4165

# صراطِ مستقیم

از افادات

ترجمانِ حقیقت حضرت صاحبزادہ محمدؒ عُمر بیربلویؒ

Marfat.com

# صراطِ مستقیم

اعتدال و توازن پر مبنی اسلامی طرزِ حیات کی
حکیمانہ توضیح ۔ صوفیانہ بصیرت کی آئینہ دار تحریر

○

از افادات

ترجمانِ حقیقت حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلویؒ

○

تدوینِ جدید

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل سالک

صدر شعبہ فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

زیر اہتمام

محمد ضیاء الدین صدیقی

نجابت علی تارڑ

زاویہ

۸-سی دربار مارکیٹ، لاہور

۷۱۱۳۵۵۳

۲۰۰۰ء

بار اول ——— ایک ہزار

ہدیہ ——— = ۱۵۰ روپے

مرکز ترسیل

مکتبہ زاویہ

۹- مرکز اولائیس، دربار مارکیٹ، لاہور

۷۳۲۴۹۴۸

ناشر

صاحبزادہ خالد سیف اللہ صاحب

"ادارہ تصوف" بیربل شریف تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا

Marfat.com

# فہرست


| | |
|---|---|
| تعارف | 9 |
| پیش لفظ | 11 |
| صراطِ مستقیم | 13 |
| حقیقی محبت کا فقدان | 16 |
| حقیقی توحید نہ ہونے سے تمام تفرقے پیدا ہوائے | 17 |
| قرآن کریم کی تلاوت | 18 |
| ترتیل قرآن | 18 |
| تدبر قرآن کی حقیقت | 19 |
| قرآن آواز فطرت ہے | 19 |
| قرآن کی جہریہ قرأت اور رات کا وقت | 20 |
| ترتیل سے مقصود حال پیدا کرنا ہے | 21 |
| ترتیل اور اشاعت قرآن | 21 |
| قرآن حکیم کی صحیح خدمت | 22 |
| مقصد نزول قرآن | 23 |
| تدبر کی مشکلات | 24 |
| زمانہ حال اور قرآن پاک | 25 |
| علماء صوفیا اور قرآن پاک | 25 |
| ایک شبہ کا ازالہ | 26 |
| ہر قابلیت کے آدمی کو قرآن کا تخاطب | 26 |
| ترتیل کا ایک نمونہ | 28 |
| منصب کے مطابق تربیت | 28 |
| امامت کا اہل کون ہے | 28 |
| مجاہدہ کی ضرورت | 29 |
| ذکر الٰہی کا فائدہ | 27 |
| منصب امامت کے نئے دعویدار | 30 |
| یکسوئی کا فائدہ | 31 |
| تقلیدی علم عرفان پیدا نہیں کرتا | 32 |
| مذہب کا سرچشمہ | 32 |
| معیت کا درجہ | 33 |
| مذہب کی اشاعت میں سب سے ضروری چیز | 33 |
| مذہب دراصل کیا ہے؟ | 34 |
| اصلاح نفس اور اشاعت دین .. | 34 |
| طریق کار کی اصلاح | 35 |
| رسالت مآب کا حال پیدا کیجئے | 35 |
| مجاہدہ اور قرآن پاک | 36 |
| مجاہدہ کا فائدہ اور اس کا اصل مطلب | 36 |
| جہاد اکبر کیا ہے اور کیوں؟ | 37 |


Marfat.com

ترتیل اور مجاہدہ کا تعلق 38
ایک ضروری مسئلہ 38
امامت کے مدارج 38
امامت اور اس کا ظل 40
اولوالامر کا حکم کب واجب
التعمیل ہے 40
امام کے حکم سے انکار کفر ہے 41
اور خود گم است کرا رہبری کند 42
اخلاص و تقویٰ کی ضرورت 42
مرشد کا حکم کب واجب ہے 43
انسان دل و دماغ کی اصلاح سے
ہے۔ ورنہ چارپایہ 44
اصلاح قلب کا ایک بڑا نسخہ 44
امور عامہ اور جہاد اسلام 45
اصل طاقت کیا ہے 45
خلوت کی ضرورت 46
طریق کار 46
صراط مستقیم کے محرکات 47
فطرتی طریقہ تبلیغ 47
صوفیائے کرام 49
اختلاف رحمت ہے 51
ایک سوال کا جواب 54
مقصد تحریر 56
مذہبی تبلیغ 58
واحد دین کا دوسرا تصور 61
کرنے کے احکام 63
بے دین طریقت کا حربہ 67
حال کیا ہے؛ 68
دیندار علمیت اور دیندار طریقت 68
میاں صاحب کا حال اور اس کا اثر 69
واقعہ 69
یہ حروف لکھ رہا تھا 70
پہلا واقعہ 70
دوسرا واقعہ 70
تیسرا واقعہ 71
بیٹھک شریف 71
دیکھنا دکھانا ہے 73
خانقاہ پیر بل شریف 71
اکیلی علمیت 71
تحریک جہاد 77
دیندار طریقت 78
وحدت دین کا تصور یا خاکہ یا حکم 79
دین بمعنے اسٹیٹ یعنی 103
نظام حکومت


Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تعارف

## صراط مستقیم اور اس کا پس منظر

آج سے تقریباً تیس پنتیس سال پہلے یہ ایک خط لکھا گیا جب کہ آزادی ہند کے لئے مولانا ابو الکلام آزاد کی متواتر تقریریں ہو رہی تھیں، اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے حکومت سے عدم تعاون اور کونسل سازی وغیرہ پر تحریرات شائع ہو رہی تھیں اور مجاہد ملت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی دھواں دھار تقاریر قادیانیوں کے پرخچے اڑا رہی تھیں، اور ہر مکتبہ فکر اپنی نظر کے مطابق دین کی خدمت کر رہا تھا، اور اسے عین دین کی آبیاری خیال کرتا تھا۔ اور مکتوب الیہ میرے عزیز، چودھری نور عالم صاحب تمام تحاریک میں حصہ لے رہے تھے اور قائدین ملت سے براہ راست استفادہ کر رہے تھے۔ چونکہ وہ میرے بھی دوست تھے، انہوں نے مجھے بھی ایک خط لکھا۔ جس کے جواب میں میں نے بھی اپنا خیال ظاہر کیا، کہ مذہب کا سرچشمہ اور قوم وملت کا مرکز صرف توحید ہے اور توحید ہی کائنات کے لئے آب حیات ہے۔ جب تک یہ چشمہ ابلتا رہتا ہے۔ معاشرہ صحیح و

Marfat.com

صحت مند اور تنومند رہتا ہے۔ لیکن جب اس آب حیات سے قوم وملت کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور قوم وملت اپنی سیرابی کے لئے کسی دوسری جانب توجہ کرتی ہے، تو امراض روحانی غالب ہو جاتے ہیں اور جسم قوم وملت میں ہزاروں بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں، جن کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا (سوائے آب حیات کے) اور وہ یہی توحید طریقت ہے اور بس۔

نوٹ: میرے عزیز بہت وسیع المطالعہ، وسیع الفکر، وسیع المغرب ہیں۔ اور ہر دینی تحریک کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں تاآنکہ اہل تصوف کی خدمت میں بھی یہ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ خصوصاً مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری اور موڑہ شریف تک پہنچے ہیں۔ اور اس عاجز کے ساتھ بھی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اگرچہ علمی پہلو ہی غالب رہتا ہے۔

(مصنف)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

## حقیقت و اعتدال

اس وقت مخلص اور کارکن مسلمانوں میں جو رسہ کشی ہو رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہر شخص اپنے نقطہ نظر کو اسلام کی کامیابی کا محور سمجھتا ہے۔ یہاں تک تو ہمیں کوئی اختلاف نہیں لیکن دوسرے عین اسلامی کام کرنے والوں کو گمراہ اور غلط کار بھی ساتھ ساتھ کہے جاتا ہے۔ یہ روش مذموم ہی نہیں بلکہ مہلک بھی ہے۔

چنانچہ جہاد کے میدان میں اپنے آپ کو تصور کرنے والے حضرات گوشہ مسجد میں خالص ذکر اللہ کرنے والے اہل ریاضت کو خانقاہی زاہد، بیکاروں کا گروہ، قوم پر بوجھ کے نہایت رکیک الفاظ سے یاد کرتے ہیں یہاں یہ امر فراموش نہ ہو کہ اسلام کی جان اللہ کا ذکر اور رات کی ریاضت ہے۔ خانقاہی زاہدوں کی تضحیک و تحقیر سے نہ صرف جان اسلام پر ہی ضرب کاری پڑتی ہے بلکہ خود اصل اسلام کے خلاف طبائع میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اللھم احفظنا اور یاد خدا کا یہ پیغمبرانہ طریق راہ رووں کے نقش پا کو ترستا رہتا ہے۔

Marfat.com

میرے قبلہ و کعبہ حضور پر نور حضرت مولانا محمد عمر صاحب بیر بلوی مد ظلہ، نے اپنے ایک عزیز کو خط لکھا، اور بعض نہایت ہی مفید حقائق کے ساتھ ساتھ مندرجہ بالا حقیقت کو بھی واضح فرمایا۔ چونکہ اس خط میں ایسی جلیل القدر ہستی کے خیالات مقدسہ درج ہیں جو نہ صرف علوم شرعیہ میں سند مانے جاتے ہیں، بلکہ طریقت و عرفان میں بھی یگانہ روزگار اور جنیدؒ و بایزیدؒ کی نشانی ہیں اس لئے ضرورت وقت کے پیش نظر قبلہ عالم کی اجازت سے اسے شائع کرنے کا فخر حاصل کیا جاتا ہے۔ اللھم وفقنا الصلاح

احقر الخلق فضل احمد

وطن اسلامیہ ہائی سکول لاہور

Marfat.com

# صراط مستقیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

## وَرَتِّلِ الۡقُرآنَ تَرۡتِیۡلاً

مکرمی جناب چوہدری صاحب زادلطفہ،

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

خط پہنچا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ یاد آوری کا نہیں۔ بلکہ اس محبت کا ممنون ہوں جو آپ کو اس ناچیز سے ہے۔ اس کی قیمت کا اندازہ وہی جانتا ہے۔ جس کے اندر دل رکھا ہے۔ دوسرے بے خبروں کو کیا علم۔

### محبت

تمام دنیا کا جوڑ توڑ اسی محبت سے ہے۔ یہ ہے تو دنیا ہے، دین ہے۔ یہ نہیں تو نہ دین اور نہ دنیا۔ مولیٰ کریم ترقی دے اور پھر محبت بھی وہ محبت جس کی بابت ارشاد ہے۔ اَلۡحُبُّ لِلّٰہِ وَالۡبُغۡضُ لِلّٰہ جس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس محبت سے مس (تانبا) زر ہوتا ہے۔ ؎ از محبت مسہا زرے شود

### حدیث شریف

لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ"

Marfat.com

(ترجمہ) کوئی شخص تم میں سے ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اولاد اور والد سے اور تمام انسانوں سے اسے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهِ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ" اور "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اَشَدُّ حُبًا لِلّٰه (الایۃ ۱) (آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ دوست رکھے گا۔ اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں) سے صاف پتہ چلتا ہے کہ محبت کی تکمیل ہی ایمان کا سرمایہ کلی ہے۔

اور وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا۔ یُحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ"

(ترجمہ) اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح غیر اور سے محبت کرتے ہیں۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ (الایۃ) (آل عمران ع ۱)

(ترجمہ) لوگوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے عورتوں کی محبت اور بیٹوں کی محبت اور بھرے خزانوں کی محبت۔

## حدیث شریف

"حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ" (دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے) سے صاف عیاں ہے۔ کہ محبت ہی دنیا کے تمام کاروبار میں ساری ہو کر محبت الٰہیہ کے مقابل ہو کر ایمان سے محروم رکھتی ہے۔

ہر انسان ذی عقل کا فرض ہے کہ اپنی محبت کا پتہ لے کہ اس کا رخ کس جانب ہے اور کس درجہ۔ اور کہ مقابل محبت سے زیر ہے یا زبر، غالب ہے یا مغلوب نتیجہ خود بخود ہاتھ آجاتا ہے۔ یہاں نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کی تفصیل کی طرف رخ کرنے کی ضرورت نہیں تمام مدار تخم محبت پر ہے۔

Marfat.com

لیکن آہ۔ سب کچھ مسلمانوں میں ہے۔ تمام اعمال صالحہ کلاً نہ سہی، جزواً ہو رہے ہیں۔ لیکن اعمال صالحہ کی جڑیا بیج کا مطالعہ کیا جائے، تو ندارد۔ پھر کیسے اعمال صالحہ ثمر آور ہوں۔

دوبارہ غور کیا جائے کہ کس کی محبت پر ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور کون "اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہ" (الحدیث) کہہ رہا ہے۔ خدا جل شانہ کی محبت کی تکمیل کس کی محبت سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویداروں سے کتنی بلند آہنگی سے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ" کہہ کر ان کی محبت کو کسوٹی پر پرکھا جارہا ہے۔ اللہ اللہ! تابعداری کی جائے انسان کی اور محبت کرے اللہ اور خوش ہو اللہ۔ آخر اس میں راز ہی کیا ہے، یہ قدیم اور واجب الوجود اور وہ حادث ممکن الوجود۔ کبھی کسی نے یہ نہیں سوچا کہ وَاِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ کے مخاطب کون ہیں۔ جیسے عام مشہور ہے کہ مسلمان محمد ﷺ کے نام لیوا۔ نہیں، ہرگز ہرگز وہ نہیں۔ بلکہ وہ جو آپ کو رسول نہیں مانتے تھے۔ برگزیدہ انسان تصور نہیں کرتے تھے۔ انہیں صاف کہہ دیا کہ تمہاری محبت الٰہیہ کی صداقت کا نشان آپ کی اتباع پر ہے۔ یہ وہ اتباع موجودہ وقت کی اتباع نہیں کہ اندر سے کھوکھلی ہو۔ بلکہ اس اتباع کی حقیقت اور اس کا تخم "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ" ہے۔

بعینہٖ یہی صورت مرید و مرشد کی ہے۔ مرید اس محبت پر جب پہنچتا ہے تو صادق ہو کر صراط مستقیم پر قدم زن ہوتا ہے۔ اور پیر و مرشد جب تک "عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا(؟)

"حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" "بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمٌ" کی شان اپنے اندر پیدا نہیں کرتا اس وقت تک مرشد کے بلند منصب پر سرفراز نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی محبت ایمانیہ کا لبریز جام مرید کو پلا سکتا ہے، اور نہ ہی اپنی ادا سے مست الست کر سکتا ہے۔

اسی محبت صادقہ کے نہ ہونے سے اسلام کا درخت خشک ہو کر اپنے سرسبز

Marfat.com

پتے جھاڑ رہا ہے اور روز بروز بھیانک صورت میں نکلتا آتا ہے۔ آج اگر اس کو محبت کے پانی سے سینچا جائے، تو یقیناً ابھی شگوفے تازہ بتازہ نکال کر دنیائے عالم کو اپنے سایہ میں کھینچنے کے قابل ہو سکتا ہے، اور دنیائے عالم متحیر ہو سکتی ہے۔

اگلے دن ایک نوجوان صالح انٹرنس پاس بعض کتب عربیہ کو عبور کئے ہوئے اور کسی قدر فقہ و حدیث سے واقف اسلامی جذبہ سے پرُ، کاروبار دنیوی سے متنفر آنکلا۔ باتوں باتوں میں مولانا مودودی صاحب کا ذکر آگیا۔ لیکن نوجوان نے کچھ زیادہ توجہ نہ دی۔ جب دوبارہ ذکر آیا تو اس نے کہا کہ اجی میں تو ایک دوماہ دارالسلام میں رہ کر آیا ہوں، لیکن علمی رنگ ہی رنگ ہے اور علم سے سب کچھ تسلیم کراتے ہیں۔ لیکن پھر قدم نہیں اٹھتا۔ چنانچہ اس نے تمام اسلامی اداروں کے ذمہ دار آدمیوں کے نام گنے اور سب سے اپنی اچھی خاصی واقفیت کا نشان دیا۔ لیکن کسی کی عقیدت کی مہر اس کے دل پر نہ بیٹھی۔ آخر وجہ کیا؟

صحیح علم صحیح عمل پیدا کرتا ہے اور صحیح عمل سے صحیح علم پیدا ہوتا ہے۔ کامل محبت سے تابعداری کا درخت اگتا ہے اور کامل تابعداری سے محبت کا ثمر آتا ہے۔ جیسے تخم سے درخت اگتا ہے اور درخت کی کامل نشوونما سے پھل آتے ہیں۔ محبت کا جذبہ بے قراری ہے اور بے قراری عمل کا تخم۔ پھر حیرت ہے، کیوں ہمارے علوم عمل پیدا نہیں کرتے یا عمل سے ثمرہ نہیں آتا۔ آخر تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحب علم کا علم صحیح و کامل نہیں یا صاحب عمل کا عمل صحیح نہیں ورنہ ضرور علم سے عمل اور عمل سے علم پیدا ہوتا۔ کامیابی صرف اسی حالت میں ہے، جبکہ علم و عمل دونوں صحیح ہو کر اکٹھے قدمزن ہوں۔

## حقیقی محبت کا فقدان

محبت الٰہیہ جو ایمان کی جڑ ہے، اور تمام کائنات ارضی و سماوی کا محور، وہ کسی انسان میں نہیں ملتی مذاہب ہیں اور ان کے مختلف ادارے اپنے اپنے کام میں مصروف

Marfat.com

قومیں ہیں اور ان کے افراد سرگرم عمل ۔لیکن کسی کے اندر جذبۂ محبت تامہ اور عامہ نہیں۔ سر سر اغراض ہیں اور سراسر مقاصد و مطالب ۔جس غرض کے لئے کائنات پیدا کی گئی تھی۔اور جس مقصد عظیم کے لئے انسان کو شرف بخشا گیا تھا،اور پھر انسانوں سے جن کو خالق نے اپنے لئے منتخب فرمایا تھا، آج ان کے دلوں کو ٹٹولا جائے ، توان کے دل میں سب کچھ اور تو ہے ، لیکن نہیں تو خالق ارض و سما کی محبت نہیں اور بس ایسی صورت میں دنیا کیونکر فلاح پاسکے اور کیونکر عذاب الیم سے خلاصی پائے۔

پیرو مرشد پر جاں نثار لاکھوں، حسینؓ کے ماتم میں غمگسار کروڑوں اور رسولؐ پر جان قربان کرنے والے ہزاروں۔ لیکن جان نثار مولیٰ کی تلاش کرو تو ایک نہیں۔ کوئی نہیں ملتا جو اپنی جان عزیز کو صرف اس ذات مقدس پر قربان کر کے اپنے آپ کو فنا کردے اور ہمیشہ کے لئے مٹ جائے۔

## حقیقی توحید نہ ہونے سے تمام تفرقے پیدا ہوئے

امت کے اندر تفرقہ اور انتشار صرف اسی ایک وحدت کے نہ ہونے سے ہے۔ورنہ کثرت کے اندر انتشار لازمی اور انتشار کے ساتھ تفرقہ وابستہ۔یہی وحدت تھی جس نے کثرت کے تمام انتشار و تفرقہ کو ایک دھاگہ میں منسلک کر رکھا تھا، جس سے تمام بیگانگی یگانگت سے تبدیل ہو گئی تھی، جس سے تمام نفرت محبت سے بدل گئی تھی،اور جس سے تمام غیریت عینیت میں مدغم ہو گئی تھی۔ تمام امراض انسانی کا واحد علاج محبت الٰہیہ ہے اور بس اور جب تک حقیقتاً مسلمان ،یا قومیں اس محبت کے آبحیاتی چشمہ سے سیراب نہ ہوں گی کبھی ابدی زندگی حاصل نہیں کر سکتیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ راگ کون الاپ رہا ہے۔وہی جس نے اس سے سچی محبت لگائی۔ورنہ کسی دوسرے کی کیا ہمت۔

Marfat.com

## قرآن کریم کی تلاوت

آپ نے دریافت فرمایا، کہ قرآن پاک کی منزل کیسی پڑھی جائے۔ اس معاملہ میں آپ مجھ سے زیادہ واقف۔ میرے معلومات نہایت مختصر۔ تاہم اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ شاید آپ نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ٥ (اور قرآن کو ترتیل سے پڑھیں) پر کبھی غور نہیں کیا۔ ترتیل ایک ایسا لفظ ہے، جس کا صحیح ترجمہ اردو میں مجھ سے کسی لفظ کے ذریعہ ادا نہیں ہو سکتا۔

## ترتیل قرآن

ایمانی جذبہ ہونے کے بعد قرآن پاک کی ترتیل ہی سے تمام مطالب قرآنیہ خود بخود کھلتے جاتے ہیں۔ ترتیل قرآن سے ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کے لئے الفاظی ادائیگی نہیں۔ اور نہ اس سے تمام مطالب و معانی قرآن پر حادی ہونا مقصود و مطلوب ہے۔ بلکہ اس سے مقصود صرف ضمیر ایمان کا صیقل ہونا ہے۔ جو اس ترتیل قرآن کے اندر فطرتاً مودوع ہے۔ ترتیل کو اگر گنگنانے سے تعبیر کر لیا جائے۔ تو ایک گونہ مطلب بر آری ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے۔ مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا۔ یہ غنا بھی گنگناتا ہے۔ گن گنانے سے میرا مقصود وہ ترنم ہے۔ جو صاحب محبت اپنی محبت کے زیر و بم میں بے اختیار درد بھرے الفاظ نکالتا ہے، جس میں تصنع کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ تکان اور تخیل کا اس کے اندر شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اس سے ایک گونہ محبت کے اندر لذت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے لقمہ کے چبانے سے منہ میں لعاب پیدا ہو کر طعام کے اندر ایک خاص ذوق و لذت پیدا ہو جاتی ہے۔

صرف ایک عام عربیت کی واقفیت ضروری ہے۔ اس کے بعد ترتیل کے لئے کسی فن، کسی علم کی ضرورت نہیں۔ نہ اس کو حدیث سے واسطہ نہ ان کو سیرت نبویؐ سے تعلق، نہ فصاحت و بلاغت کے قواعد کے معلومات مہیا کرنے کا لزوم، نہ ہی اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا پر توجہ کرنا لازم۔ ہاں ذوق سلیم اور قلب سلیم ہونا

Marfat.com

ضروری ہے۔ اس کے بغیر قرآنی ترتیل ہو ہی نہیں سکتی، اور نہ اس صورت میں ترتیل پیدا ہو سکتی ہے۔

## تدبر قرآن کی حقیقت

ترتیل کے مقابل دوسرا لفظ تدبر ہے۔ "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ"، تدبر کی ضرورت ترتیل کے بعد ہے، اور وہ بھی جب کہ ایمان کامل نہ ہو اور شک و یقین کے ہیر پھیر میں دل مضطرب اور متردد ہو۔ اس میں سوچ رہے۔ کامل تدبر تمام اختلافات کو مٹاتا ہے۔ نہ کہ اختلاف بڑھاتا ہے۔ جیسے موجودہ وقت کا تدبر اختلاف کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ یہ تدبر اختلاف پیدا کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ قرآن کی حقیقت معانی معلوم کرنے کے لئے۔ ایسی صورت میں تدبر سے کیونکر نتائج کاملہ حقانیت پیدا ہوں اور کیونکر صراط مستقیم کی شاہراہ عامہ اور فطرتی نصیب ہو۔

## قرآن آواز فطرت ہے

قرآن پاک سراسر فطرت انسانی کا ترجمان ہے، اور اس کے تمام حقائق فطرتی ہیں۔ ظاہراً یہ بے جوڑ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جوڑ غیر فطرتی طریقہ ہے۔ فطرت کے اندر حقیقتاً جہاں جوڑ ہے، وہاں ظاہراً موزونیت کم معلوم ہوتی ہے۔ تمام کائنات ارضی پر ایک نظر دوڑائیے مثلاً حیوانات، اشجار، احجار وغیرہ پر تو آپ کو ظاہراً مناسبت اور موزونیت بہت کم معلوم ہوگی۔ لیکن جب گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو حقیقی موزونیت ایسی کھلی نظر آتی ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسری موزونیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً انسانی اعضا پر توجہ کی جائے، تو ہر ایک عضو دوسرے کے ساتھ کوئی خاص موزونیت نہیں رکھتا۔ لیکن غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ہر ایک عضو کو دوسرے کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔

اہل تصنع جب قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کو ایک بے جوڑ کلام معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایک فطرتی ترنم کو سامنے رکھ کر اس پر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے،

Marfat.com

کہ حقیقی جوڑ فطرتاً اس سے بڑھ کر کسی کلام میں نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی قلوب کے اندر جذب ہوتا جاتا ہے اور اس کے جذب سے انسانی ہستی اپنی آخری فلاح کی منزل پر پہنچ جاتی ہے۔ ورنہ دنیا میں لاکھوں کتابیں ہیں جن کی جامعیت نہایت موزوں، جوڑ توڑ نہایت مناسب، لیکن ان کے اندر وہ جذب فطرت نہیں جو قرآن پاک کے اندر ہے۔ اسی فطرتی موزونیت نے کَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا" کی دعوت عامہ کا علم بلند کیا ہے۔ فطرت خود بناوٹی جوڑ سے متنفر ہے۔ اسے وہی جوڑ پسند ہے، جس کی غیر موزونیت کے اندر موزونیت فطرتی ہو اور انسانی قلوب کو اپنی ہر ایک ادا سے اپنے اندر جذب کرتا جائے۔ یہی قرآنی معجزہ ہے اور اس پر فَاتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کی للکار ہے۔ جس کا جواب آج تک کسی طرف سے نہیں اٹھا۔ اور دنیائے عالم سربسجود ہے، اور ہمیشہ رہے گی۔ اس تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ جس کا موقع اس وقت نہیں۔ البتہ صاحب بصیرت اور صاحب فہم اس مختصر سے تمام کچھ دیکھ سکتا ہے۔

## قرآن کی جہریہ قرات اور رات کا وقت

اس ترتیل کو رات کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اسی وجہ سے قیام لیل اور ترتیل قرآن کا اکٹھا حکم فرمایا گیا۔ رات کی نماز میں قرأت جہریہ اسی مناسبت فطرتی سے مقرر فرمائی گئی۔ رات کی سیاہ چادر جب دنیائے عالم کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے تو حواس ظاہرہ ایک گونہ بیکار ہو کر اپنا آرام لینا شروع کرتے ہیں اور فطرت اپنے پورے اعتدال پر نہایت پرسکون ہوتی ہے۔ ایسے وقت جب فطرت انسانی کی صحیح آواز کانوں سے گزر کر دل پر پہنچتی ہے، تو تمام آواز سراسر نور ہو کر متجلی ہوتی ہے، قلب مضطر اور متردد کے لئے تمام سامان راحت مہیا کر دیتی ہے۔ کیونکہ فطرت صحیحہ آواز فطرت سننے کے لئے جبلتاً ہر وقت تیار ہے، اور ہر حرکت اور روش میں اپنے صحیح اعتدال کے لئے منتظر اور متلاشی۔ ایسی صورت میں جب قرآن پاک کے الفاظ روش معتدلہ اور فطرتیہ کی

Marfat.com

آواز لے کر پہنچتے ہیں، تو پژمردہ فطرت جاگ اٹھتی ہے اور آواز کو اپنے دل میں جگہ ہی نہیں دیتی بلکہ بے اختیار اس پر رقص کرنے لگتی ہے اور اس کے سامنے سر بسجود ہوتی ہے۔ ایک بار نہیں سینکڑوں بار اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُالْحَكِيْمُ (ترجمہ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف فرمادے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے) دوہرا کر اپنی فطرت کی داد پاتی ہے۔ اور داد دیتی ہے۔

## ترتیل سے مقصود حال پیدا کرنا ہے

ترتیل سے قرآن پاک کے معانی کھولنا مقصود نہیں، بلکہ اس کیف کا پیدا ہونا مطلوب ہے جو قرآن پاک کا فطرتی حال ہے۔ یہاں تک کہ جسم پر لرزہ آجائے۔ زبان میں لکنت اور دل میں حیرت، روح تمام کی تمام سرچشمہ فیوضات ربانی میں غرق ہو کر فنائے کلی میں آجائے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر وحدت کے جلوے اور تماشے دیکھنے لگے، اور تمام رگ وریشہ میں پاک ذات کی تجلی سما جائے، اور بے خبری کے عالم میں قرآن پاک کے الفاظ پاک برابر نکلتے جائیں اور دل کو گرماتے جائیں۔

## ترتیل اور اشاعت قرآن

اس حالت میں قرآن پاک کے اندر ایسا انکشاف پیدا ہوتا ہے جس کا پتہ رازی و بیضاوی کو بھی نہیں لگا۔ بلکہ آج تک کسی کو پتہ نہیں، گو پیالہ ایک ہے۔ لیکن کیف الگ۔ نہ اس کی اس کو خبر۔ نہ اس کی ان کو:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ٥ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ
فَلْيَتَنَا فَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ٥ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ٥ عَيْنًا
يَّشْرَبُ بِهَاالْمُقَرَّبُوْنَ ٥

(ترجمہ) انہیں ایسی شراب پلائی جائیگی جس پر کستوری کی مہر لگی ہوگی۔ اب اس میں رغبت والوں کو رغبت ہونی چاہئے جس میں

Marfat.com

تسنیم کی ملاوٹ بھی ہے۔ اور تسنیم ایسا چشمہ ہے جس کو مقربین الٰہی پئیں گے۔ (سورہ المطففین۔ ۲۵)

ترتیل قرآن ہی اشاعت اسلامی کا واحد اور پہلا ذریعہ ہے۔ قرون اولے کی سعادتمندی اسی میں مضمر ہے۔ سخت سے سخت دل کے کان میں جب اس ترتیل قرآنی کی آواز پہنچتی تھی، تو فطرت خوابیدہ یکدم چونک اٹھتی تھی، اور اپنے صراط مستقیم پر یکدم آنکلتی تھی۔ حضرت عمرؓ اور دیگر اصحاب کے واقعات تمام شاہد ہیں۔

## قرآن حکیم کی صحیح خدمت

لیکن جوں جوں زمانہ نبوت سے دوری ہوتی گئی اور تمدن نے مختلف تنوعات پیش کر کے فطرت صحیحہ کے اعمال وافعال اور حرکات سادہ پر غلاف تمدنی کی بوقلمونی شروع کی، تو ترتیل قرآن کی فطرتی آواز میں تبدیلی اور بناوٹ دینی شروع کی۔ یہاں تک کہ آج کسی مسلمان کے دل میں ترتیل کی حقیقت اور اس کے اثر اور طریقہ کا پتہ نہیں۔ بلکہ اس خزانہ فطرتی کا علم تک ہی نہیں رہا۔ مسلمان رات دن قرآن پاک پڑھتا ہے۔ مطالعہ کرتا ہے، بڑی الجھنوں اور مشکلات کو اپنے ذہن کی مدد سے حل کرتا ہے۔ اور لوگوں سے واہ واہ کے خراج اور تحسین کے نعرے لیتا ہے۔ لیکن اپنا دل ہے، کہ غفلت وضلالت کے اندر بدستور تیرتے دیکھ کر نہیں شرماتا۔ بلکہ ہر آئے دن ایک نئی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے، جسے وہ اپنے زعم باطل میں علم قرآنی سے تعبیر کرتا ہے۔ لیکن یہ کیا علم ہے، وہی جس کے بارے ارشاد ہے۔

وَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى۔

(النجم ۵۳ الآیۃ ۳۰)

87449

Marfat.com

(ترجمہ) پس آپ اس کی پروانہ کریں۔ جو ہمارے ذکر سے منہ موڑ بیٹھا اور صرف دنیوی زندگی ہی کو اپنا مقصود بنا بیٹھا، یہ سے ان کی سمجھ کی انتہا (لیکن) تیرا رب خوب جانتا ہے، ان کو بھی جو اس کے راستے سے بھٹک گئے اور ان کو بھی جو صراط مستقیم پر چلے۔

جس علم کا مطمح نظر دنیا اور اس کی زندگی ہو، وہ کیا علم ہے؟ اسے گمراہی سے تعبیر نہ کیا جائے، تو کس سے کیا جائے؟

دنیائے عالم میں جس قدر قرآنی علوم کے ذخیرے ہیں یقیناً اس بہتات اور اس عمدگی کے ساتھ کسی دوسری کتاب الٰہی کے موجود نہیں۔ لیکن اسلام ہے کہ روز بروز اپنی حالت میں غریب اور نا آشنا ہوتا جا رہا ہے۔ اغیار نہیں، اپنے بھی اس کی حقیقی صورت تو کجا، اس کی ظاہری صورت اور شناخت سے بھی بے بہرہ ہو رہے ہیں۔

کتنے ادارے ہیں جو صرف اشاعت قرآن کے لئے وقف ہیں اور ان کا مقصد عظیم قرآن پاک کی خدمت ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے، ان کی خدمات نے فطرت خوابیدہ کو کہاں تک بیدار کر لیا ہے اور کہاں تک فطرت انسانی اپنی روش صحیحہ پر چلنے کے لئے تیار ہو گئی ہے۔

## مقصد نزول قرآن

قرآن پاک صرف فطرت انسانی کی خوابیدگی کو دور کرنے اور اس کو جگانے کے لئے نازل فرمایا گیا۔ ورنہ فطرت کے اندر وہ سب کچھ موجود ہے جو قرآن پاک لے کر آیا۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (یہ فطرت ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا اب اللہ تعالیٰ کی بناوٹ میں تبدیلی نہیں ہو گی) قرآن پاک کے تمام اجمال اور تمام تفاصیل صرف اس مقصد عظیم کے لئے پیش فرمائے گئے۔ جس کی بابت سورہ فاتحہ میں پنج وقتی نماز کے اندر مولیٰ کریم سے طلب کرنے اور استدعا کرنے کا ارشاد فرمایا گیا۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ تمام قرآن پاک کا انذار اور

Marfat.com

تبشیر (ڈرانا اور خوشخبری) ہر قسم کی امثال و تمثیلات کلی طور پر اسی صراط مستقیم کی ہدایت کے لئے ہیں، اور فطرت انسانی کو اپنی صحیح روش پر چلنے کے لئے ابھارا جارہا ہے۔ اور بس۔ لیکن فطرت کی بیداری پر اس کے سامنے اجمالی طور پر صراط مستقیم کا خاکہ موقع بہ موقع رکھا گیا ہے۔ کہ جہاں فطرت اٹھی وہاں اس کے لئے فوری سامان حسب ضرورت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں فاتحہ کے بعد قرآن پاک کو کسی جگہ اور کسی موقع سے پڑھنا اتنا ضروری ہے، جس سے کچھ نہ کچھ صراط مستقیم کی تفصیل معلوم ہو جائے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہر ایک آیت کے اندر وہ شان جلالی و جمالی ہے کہ دل بے اختیار آمَنَّا وَصدَّقنا کہنے لگتا ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے جسم پر لرزہ آجاتا ہے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتی ہیں، دل ماسوا سے فارغ ہو جاتا ہے، اور صراط مستقیم سامنے آجاتا ہے۔

## تدبر کی مشکلات

تدبر اور تفکر کی راہ نہایت باریک و عمیق ہونے کے ساتھ کئی اندھیروں اور روشنیوں میں گھری ہوئی ہے، اور راستہ نہایت پر خطر۔ ایک الجھن دور ہوئی، اور الحمد زبان پر آیا، کہ دوسری نمودار ہو گئی۔ پھر اس سے نکلنے کی تدبیر ہے۔ غرض یقین و شک کا جوڑ ہے۔ کسی جگہ بھی آرام نہیں۔ ایک بھول بھلیاں ہیں کہ ایک سے نکلے اور دوسری میں پھنسے۔ ایسی حالت میں شاہراہ عامہ کا تخیل ہی دماغ سے نکل نہ جائے، تو کیا ہے؟ اور طبیعت اپنے الجھاؤ سے فراغت حاصل کرے تو کیونکر؟ لیکن علمی دنیا نے اسی راہ کو پسند فرمایا۔ کہ تمدن و تہذیب کو اس سے دلچسپی ہے اور کہ فطرت اپنی سادگی سے کسی وقت اکتا کر دوسری سیر چاہتی ہے۔ اس لئے وہ فطرتی بلند صحیح اور روشن راہ ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ دل کی آنکھ سے نکل گئی۔ حتی کہ بیگانوں کی طرح یگانے بھی اپنا راستہ اندھے کی طرح لکڑی (لاٹھی) یا عصا سے ٹٹولتے پھرتے ہیں۔ لیکن راستہ ہے کہ ہر گھڑی پہلے سے دور ہوتا جارہا ہے۔

Marfat.com

## زمانہ حال اور قرآن پاک

موجودہ وقت میں قرآن پاک کی طرف بہت توجہ ہے۔ اور الحمد للہ! کہ ایک گونہ اس توجہ اور مطالعہ سے بہت کچھ آئندہ کے لئے جانفزا امیدیں وابستہ ہیں۔ لیکن کسی کی توجہ اور مطالعہ کا نتیجہ نہیں، بلکہ تمام تر نتیجہ اس ادبار کا ہے جو مسلمانوں پر کئی صدیوں سے نازل ہے۔ فطرت خوابیدہ اٹھی۔ اس نے اپنی گمشدہ راہ تلاش کی، اور اس پر چلنے کے لئے قدم اٹھایا۔ لیکن اگر غور فرمایا جائے تو ابھی تک کوئی قدم صحیح نہیں اٹھا۔ جو کچھ ہو رہا ہے، دنیا کے لئے۔ جب قدم ملت، دین اور صرف دین کے لئے اٹھے گا۔ اور صراط مستقیم کی حقیقی تلاش ہو گی، تو انشاء اللہ پہلے قدم پر ہی جنت کی حوریں، ملاء اعلیٰ کے فرشتے بلکہ خود خدائے پاک مبارکبادی سے خوش آمدید کا نعرہ بلند کریں گے۔ اور زمین و آسمان اس نعرہ سے گونج اٹھیں گے۔ اور دنیا و مافیہا مسلمان کے سامنے سر نگوں ہو کر اپنا شرف حاصل کرے گی۔

## علماء صوفیا اور قرآن پاک

علمائے کرام کو دیکھیں تو قرآنی مطالعہ میں سرگرم ہیں، تفاسیر کے ڈھیر سامنے رکھے۔ اس لئے نہیں کہ اپنی روش فطرتی نصیب ہو، بلکہ اس لئے کہ زمانہ کی توجہ ہے۔ دنیائے عالم کے طمانچوں نے مجبوراً رخ اس کی طرف پھیر دیا۔ صوفیوں اور سالکوں کا کیا کہنا۔ وہ قرآن پاک کو "تذکرہ" تو کیا گردانیں گے۔ جن کا مطمح نظر قرآن میں ثواب کے سوا کچھ نہ ہو، وہ اس کے اندر اپنے لئے کیا دیکھیں گے۔ گو علما اپنے لئے کچھ نہیں دیکھتے، لیکن اپنے پیروکاروں کے لئے تو ضرور انکا مطالعہ مفید ہے۔ اگرچہ اعمال و ایمان کی اصلاح مقصود نہ ہو، تاہم افکار کے اندر اسلامی روح کو جاری کرنے کا خیال تو ضرور ہے، لیکن ہمارے بزرگوار تو اس خیال سے بھی محروم ہیں۔ تلاوت قرآن اور اذکار صرف شیخ کے فرمان کے پورا کرنے کے لئے رٹے جاتے ہیں، ورنہ اس کے سوا مقصود نہیں۔ اگر ہے بھی تو باطنی فیوض۔ کاش یہ بزرگوار ایک درجن اوراد اور پارہ دو پارہ منزل

Marfat.com

قرآن کی بجائے صرف ایک پاؤ یا ایک رکوع، یا صرف ایک آیت ہی ترتیل سے پڑھ کر اپنی روح کے لئے ذوق وکیف مہیا فرماتے، تو رات بھر کیف سے مدہوش رہتے۔

حضرت قبلہ پیر بلوی نور اللہ مرقدہ اکثر قرآن پاک کی منزل کے ساتھ تفسیر کا مطالعہ فرماتے تھے، اور اکثر عرائس البیان ہوا کرتی تھی۔ لیکن جب منزل سے فارغ ہوتے تو ہمیشہ آنکھیں کیف قرآنی سے مخمور ہوتیں۔ اور اکثر موقعہ بموقعہ فرماتے، ایک دو آیت کی تفسیر دیکھنے سے آٹھ پہر ہی مستی سے گزرتے ہیں۔

لیکن میں کہتا ہوں، اس مطالعہ اور ہر قسم کے تفکر و تدبر قرآنی سے بڑھ کر ترتیل قرآن ہے۔ ترتیل قرآن وہ کچھ دکھاتی ہے جو کوئی بھی نہیں دکھا سکتا۔ کہاں تک دوسروں کی تفاسیر کا مطالعہ ہوگا اپنے اندر سے قرآن کے ذریعہ قرآن کے لئے روشنی پیدا کی جائے۔ یہ روشنی ہے جو قبر میں بھی جدا نہ ہوگی، اور قیامت کو بھی۔ سب کچھ قرآنی علوم بہت بلند پایہ رکھتے ہیں، لیکن اس ترتیل قرآن کے سامنے ہیچ در ہیچ۔ آسمان اگرچہ بہت بلند ہے۔ لیکن عرش مجید کے سامنے ایک تودہ ریت کے برابر۔

## ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اکثر تنبیہاً اور تفہیماً قرآن میں "اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ" اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ" "یَا لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ. لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ" کے مقدس جملے آیت کے خاتمہ پر آتے ہیں، تو کیا یہ تعقل اور تذکر کی طرف متوجہ نہیں کرتے؟ اور تدبر کچھ اور ہے؟ لیکن قرآن پاک کے مطالعہ کرنے والوں سے یہ پوشیدہ نہیں، کہ تعقل اور تدبر وہ نہیں، جو موجودہ علوم کے اندر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ تعقل و تدبر وہ ہے جو عام عقل انسانی کو متوجہ کرنے کے لئے ہمیشہ اہل بلاغت و فصاحت اپنے بیان کے اندر استعمال کر کے قوم وملت کو اپنے بیان کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

## ہر قابلیت کے آدمی کو قرآن کا تخاطب

غور فرمایا جائے تو قرآن پاک نے کوئی ایسی بات پیش ہی نہیں کی، جو عام

Marfat.com

عقل انسانی سے بلند ہو اور عقل عامہ اس کے سمجھنے سے قاصر ہو۔ جن بزرگوں نے اپنے تعقل باریک سے بہت سی موشگافیاں کر کے قرآن پاک کو نہایت بلند درجہ دکھانے کی کوشش فرمائی، ان کا بھی یہ مطلب نہیں، کہ یہ عام عقل انسانی سے بلند ہو کر پرواز کرتا ہے۔ بلکہ ان کا مطلب صرف یہ ہے، کہ یہ کلام پاک ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک غریب سے لے کر امیر تک غرض ہر عقل اور فکر کے لئے اپنے اندر ہر سورہ بلکہ ہر آیت کے اندر سامان مہیا رکھتا ہے۔ سادہ سے سادہ عقل کو بھی یہ ویسے خطاب (اپیل) کرتا ہے جیسے بلند پایہ صاحب عقل کو۔ دونوں سے ایک ہی مطالبہ۔ لیکن ہر ایک فہم کے مطابق اس کے اندر وہ استدلال موجود، جس کی اسے تلاش ہے۔ اور ہر ایک اپنی عقل کے مطابق وہی بات سمجھتا ہے، جس کے لئے وہ نازل ہوا۔ ایک طرف مطالبہ صراط مستقیم پیش کرتا ہے، اور دوسری طرف بیک وقت صراط مستقیم کے خدوخال دکھا کر فطرت انسانی کو جگاتا ہے، اور بیدار کرتا ہے، تاکہ شاہراہ فطرت پر قدم زن ہو کر اپنے انتہائے کمال تک پہنچے، اور دارین کی فلاح حاصل ہو۔

## ترتیل کا ایک نمونہ

صبح سویرے چائے پی کر جب میں سیر کے لئے نکلا، تو تدبر قرآنی کے (مفہوم کے) اندر تدبر کرنا شروع کیا۔ جھٹ سورۂ طور کے دوسرے رکوع اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّايُؤْمِنُوْنَ ٥ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔ (سورۃ الطور الآیۃ ۳۳، ۳۴) (کیا یہ (کفار) یہ کہتے ہیں کہ یہ کلام (قرآن) (محمدؐ رسول اللہ) کا اپنا کلام ہے۔ ان کو تو ایمان نصیب نہیں۔ اگر وہ سچ کہتے ہیں تو ایسا کوئی کلام بنا تو دکھائیں) سامنے آگئیں پھر کیا تھا! سیاق و سباق خود بخود کھلتا گیا۔ یہاں تک کہ میں اسی لے میں اپنی سیر گم کر بیٹھا۔ اور اسی لطف میں اپنا معمول پورا کر کے قبرستان پہنچا۔ مرحوم بشیر کی قبر پر سورۂ تبارک الذی، حضرت قبلہ کی مزار مقدس پر سورہ دہر اور بیچارے رشید کی قبر پر مزمل میں نے پڑھی۔ سفر کی ترتیل کچھ اور رنگ میں

Marfat.com

تھی۔ اور یہ تلاوت کچھ اور لیکن عجب یہ کہ گو مقصود صرف ایک ہے، لیکن طرز اور اداء بیان ہر جگہ نرالا۔ کسی ایک کو دوسرے کے ساتھ مشابہت نہیں۔ یہ خیر الگ ہی بیان تھے۔ قصہ تخلیق آدم اور موسیٰ و فرعون کی گفتگو پر ہی نظر کی جائے۔ کئی بار ان کو دہرایا گیا، لیکن ہر جگہ طرز ادا نرالی اور دلفروز دل نشین، انسان پڑھتے پڑھتے تھکتا نہیں۔ یاد ہو تو بہت بہتر ورنہ قرآن پاک کھول کر سورۂ طور کے دوسرے رکوع سے تلاوت ترتیل سے شروع کیجئے۔ اور بار بار دوہرایئے۔ ہر بار ایک نیا لطف ایک نیا رنگ کلام میں آتا جائے گا، اور طبیعت خود بخود حیرت میں آتی جائے گی۔ کیا خوب۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَل لَّایُؤْمِنُوْنِ خود اندازہ کیجئے، کس تدبر کی ضرورت ہے، کس فکر رسا کی تلاش ہے۔ ہاں عربیت کی واقفیت۔ کلیتہ زبان۔ حالات اور واقعات اور تخیلات وعقائد کا پتہ ہونا ضروری۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں، کہ ان تمام واقعات اور حالات کا پتہ نہ ہو، تو پھر یہ تلاوت اور ترتیل بیکار۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان سے ناواقف کے لئے بھی یہ وہی سامان فطرت پیدا کرے گی جس کی فطرت کو تلاش ہے اور جستجو ہے۔

## منصب کے مطابق تربیت

ہر منصب اعلیٰ، اور ہر مرتبہ بلند کے لئے کچھ خاص قابلیت، کچھ خاص معیار لیاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اس قابلیت اور لیاقت پیدا کرنے کے لئے خاص نصاب خاص مشقیں، خاص تربیت مقرر ہوتی ہے۔ امیدوار بھی خاص قابلیت کے انتخاب کئے جاتے ہیں، جو اس مقررہ نصاب اور مقررہ تربیت کو پورا کر کے اپنے اندر وہ اوصاف اور قابلیت پیدا کریں، جس کی اس منصب جلیلہ کی سر انجام دہی کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

## امامت کا اہل کون ہے

بعینہ منصب امامت کا بھی یہی حال ہے۔ ہر انسان اس کا امیدوار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ صحیح الفطرت انسان جس کو خالق کے ساتھ خاص محبت اور موانست ہو اور

Marfat.com

جس کی فطرت سلیمہ کے اندر توحیدی مادہ فطرتی ہو، اسے اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیائے عالم میں سب سے بلند مرتبہ اور سب سے اہم ذمہ داری اسی منصب جلیلہ کی ہے۔ اور ذوق توحیدی ہی یہ قابلیت رکھتا ہے کہ منصب جلیلہ کی ذمہ داریوں کو نبھا سکے۔

## مجاہدہ کی ضرورت

لیکن ذوق توحیدی کی تکمیل جب تک مجاہدہ کی بھٹی میں نہ ہو اس وقت تک اس کے اندر شان جلالی و جمالی پیدا نہیں ہوتی۔ اور جب تک شان جلالی و جمالی پیدا نہ ہو، اس وقت تک اس راہ کٹھن کے اندر گزر نہایت دشوار، بلکہ ناممکن۔ اس لئے قدرت ہر ایسے منتخب امیدوار کے لئے مجاہدہ کی بھٹی کو تجویز کرتی ہے۔ مجاہدہ کی حقیقت فطرتاً یکساں قدرت نے رکھی ہے، اگرچہ ظاہراً وقت و حال کے لئے لباس ظاہر یہ الگ الگ نظر آئے۔

نبی کریم ﷺ کو جب اس مرتبہ جلیلہ امامت پر نبوت عطا کر کے سرفراز فرمایا، تو آپ کو بھی مجاہدہ کی بھٹی کے اندر تربیت دے کر انسانی کمالات کی انتہا تک پہنچانا تھا، اور امامت کے بلند مرتبہ کے لئے جن اوصاف کاملہ کی ضرورت تھی ان کے لئے آپ کی ذات بابرکات کو تیار کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ سورۂ مزمل میں اس مجاہدہ کا حکم و ارشاد فرمایا، جس کے نصاب و تربیت کے اندر قیام لیل (رات کی عبادت) قرآن پاک کو ترتیل سے پڑھنا، ذکر الٰہی کرنا، انقطاع ازما سوا تجویز فرمایا گیا۔ قیام لیل مجاہدہ کی وہ سخت کڑی ہے جس کی بابت خود قرآن پاک فرماتا ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْاً وَّأَقْوَمُ قِيلًا۔ (سورۃ المزمل الآیۃ) اور ترتیل قرآن ذہنی تربیت کے علاوہ وہ کچھ سامان مہیا کرتی ہے۔ جس کی آئندہ کے لئے بہت کچھ ضرورت ہے۔ اور جس پر کائنات کا تمام مدار ہونا مقصود ہے۔

## ذکر الٰہی کا فائدہ

ذکر الٰہی دل کو منور کر کے انوار الٰہی کو اس کے اندر جذب کرنے کی قابلیت

Marfat.com

پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام حجابات نفسی اور آفاقی اٹھ جاتی ہیں۔ خالق اکبر کی جلوہ آرائیاں براہ راست دل پر ہونے لگتی ہیں۔ انقطاع عن الخلق (خلوت و یکسوئی) ذہنی اور قلبی صفائی کو جلاد ینے کے علاوہ اس روشنی حق کو پائیداری بخشتی ہے۔

اوصاف امامت توکل کی حقیقت اور صبر کا نمونہ اس تمام مجاہدہ سے وہ اوصاف پیدا کرنے مطلوب ہیں جن کی بنا پر امامت کے بلند منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوا جا سکتا ہے، یعنے توکل، صبر اور عفو کامل توکل وہ کہ تمام سہارے اٹھ کر صرف اس ذات جل و علا کا سہارا رہ جائے، اور تمام کارسازیوں سے نظر اٹھ کر صرف اس ذات وحدہٗ لاشریک کی ذات بابرکات پر جم جائے، بلکہ اس کے سوا کچھ قابل التفات نظر تک نہ آئے، صبر اتنا بلند کہ اپنے یگانوں کی سی تکلیف دیں، اور بیگانے دشمنوں کی دشمنی و عداوت سے پیش آئیں، ہر تکلیف و ایذا ہی کو اپنا شعار بنائیں، لیکن آنکھ میلی نہ ہو۔ عفو بھی وہ کہ چچا کا قاتل اور وہ بھی عرب کی بدوی زمین میں اسلام کے اندر داخل ہونے کے لئے آئے، تو منہ سے ایک لفظ بھی اس کے لئے نہ نکلے، اور بخوشی اپنے حلقہ غلامی میں داخل فرما لیا جائے۔ اس مجاہدہ و ریاضت کو اگر خود مولیٰ کریم کی پاک زبان سے سننا چاہیں، تو سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کریں۔ اور جن الفاظ اور جملوں سے ان کا ذکر بیان فرمایا گیا، یہ اس کی شان کبریائی کو زیبا ہے۔

یہ تفصیل میں نے ریاضت الٰہیہ کی اس لئے دی ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس مجاہدہ الٰہی (تربیت و تعلیم) کے اندر ترتیل قرآنی کا کیا درجہ ہے، اور اس پر اسلام کی اشاعت کا کہاں تک مدار ہے، اور کس درجہ اس کی اہمیت موجودہ وقت میں ہے، اور کس زور سے اس کی طرف توجہ چاہیے۔ لیکن آج مسلمانوں کی گنگا الٹی بہہ رہی ہے۔

## منصب امامت کے نئے دعویدار

پرانے امامت کے ٹھیکیداروں کو تو نظر انداز کیجئے۔ ذرا ان علمی دنیا کے امیدواران منصب امامت کے نصاب کی طرف توجہ دی جائے جو اس وقت دنیائے اسلام

Marfat.com

کو نہیں بلکہ تمام دنیا کو اپنی امامت کی طرف دعوت دینے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ قرآن پاک کی مشکل سے ایک دو آیات کی قرأت صحیح ادا نہیں فرما سکتے بلکہ ضرورت پر ترجمہ کے سوا کچھ سنا ہی نہیں سکتے۔ عام ترتیل قرآن کا مذاق تو ان کے اندر کیا ہو گا؟ نماز کے اندر بھی اتنے پر کفایت ہے جس سے نماز ادا ہو جائے۔ بلکہ نماز ان پر سخت بھاری اور گراں ہے جس کے بوجھ سے نماز کے اندر ہی خود بخود دبے جاتے ہیں۔

رات کی عبادت، توبہ توبہ، ان کو دن میں رب العباد کے سامنے جب جھکنے سے شرم ہے اور فرائض و سنن کے سوا ایک رکعت زائد گزارنی ان کو مشکل۔ تو یہ رات کی بیداری اور پھر اس میں کھڑے ہو کر قرآن پاک کا پڑھنا، ان کے نزدیک یہ فعل سراسر عبث۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اس کے بر خلاف اپنے بچاؤ کے لئے نہیں بلکہ ذہن خود کالجوں کی تعلیم سے روشن ہیں، اور نیک و بد کی تمیز ان کے اندر موجود ہو چکی ہے۔

اب تیسرے نمبر پر ذکر ہے۔ اس کے لیے تو کسی اہل علم کے پاس کوئی گنجائش نہیں۔ خواہ وہ پرانا مولوی ہو یا نیا فیشنی ، ان کے نزدیک نماز کے سوا کوئی دوسرا ذکر ہی نہیں، اور اللہ اللہ کی رٹ اس کے نزدیک ایک احمقانہ خیال کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور اس کی تردید میں کئی ایک رسالے لکھ دے۔ لیکن اگر قرآن پر ایمان ہے تو صاف ارشاد ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ" ایک دوسری جگہ نماز کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (بیشک نماز تمام برے کاموں اور بےحیائیوں سے روکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے۔) صلوٰۃ الگ چیز ہے اور ذکر اسم رب الگ۔ لیکن ذاکرین پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ حتی کہ اب یہ سلسلہ ذکر بہت کم ہوتا جاتا ہے۔ بلکہ اہل تصوف جن کی جان و روح ذکر تھا، وہ بھی اس سے لاپرواہ ہوتے جاتے اور دوسری دنیائے اسلام کے ساتھ اور خیالات میں منہمک۔

## یکسوئی کا فائدہ

تبتل، اکیلا ہونا وہ مجاہدۂ نفسی ہے، جو ایک ہفتہ کے اندر ہی اپنا اثر دکھاتا ہے

Marfat.com

کہ خلوت میں بیٹھنے والا اپنے اندر ایک کامل اثر دیکھتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس مشقت کی برداشت بہت کم کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ اربعین (چلہ کشی) اسی تبتل کے پیدا کرنے کی تمہید ہے۔ ورنہ ایک دو چلہ کشیوں سے تبتل حاصل نہیں ہوتا۔ خلقت سے الگ ہو کر خالق کی طرف توجہ کرنے سے وہ یکسوئی حاصل ہوتی ہے جو سالوں کے ذکر و فکر سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ علمی دنیا اس یکسوئی کو کیا جانے اور اس کی قیمت کیا گردانے! جسے ایک گھڑی بھی یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔ خاقانی کہتے ہیں ؎

کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

باخدا بودن کا یہ ایک کامل ذریعہ ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اسی راستہ سے وصول ہوا۔ اور اسی سے وہاں پہنچے جہاں وہ پہنچے۔

## تقلیدی علم عرفان پیدا نہیں کرتا

علم بیشک بڑی دولت ہے لیکن جب تک علم کا سرچشمہ نہ ہو، کب تک نقلی یا تقلیدی علم سیرابی کرے گا۔ ہر علم کا ایک سرچشمہ ہوتا ہے، جس سے وہ علم پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اس سرچشمہ کے اندر جتنی ترقی ہوتی جاتی ہے علم کے اندر بھی حقیقی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ تقلیدی علم میں ترقی ہو۔ لیکن اس کے اندر خالی موشگافی کے سوا حقیقت کچھ نہیں ہوتی۔ بخلاف اس علم کے جو تجربہ سے یا فکر سے یا دل سے پیدا ہو۔ کیونکہ ایسے علوم یوماً فیوماً ترقی کرتے جاتے ہیں۔

## مذہب کا سرچشمہ

"مذہب کا سرچشمہ" توحید اور عرفان ہے۔ اور توحید و عرفان اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک مجاہدہ کی بھٹی کے اندر سالک مدتوں اپنے نفس کو صاف نہیں کرتا، اور بشریت کے اوصاف رذیلہ دور کر کے اوصاف ملکوتی سے متصف نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے خود فطرت انسانی کے اندر یہ جذبہ مجاہدہ اور نفس کشی موجود ہے۔ اور قدرت نے دوسرے اوصاف حمیدہ اور رذیلہ کی طرح یہ بھی انسانی فطرت کے اندر

Marfat.com

ودیعت فرمایا۔ تمام مذاہب مقدسہ کا سرچشمہ اسی وقت ظاہر ہوا جب مجاہدہ و ریاضت اپنی انتہا کو پہنچے۔ اور مجاہد کے سینہ کے اندر علم و عرفان کی روشنی اتنی پیدا ہوئی، کہ توحید کا سرچشمہ کھل گیا، اور تمام رازہائے سربستہ یکدم منکشف ہو گئے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب فطرتی طور پر لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کی آواز اندر سے اٹھتی ہے۔ کیونکہ اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ "جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے" کی سی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جس پر ارشاد فرماتے ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَااِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا (مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے۔ اس کو اپنا کارساز بنائیے۔)۔ خود غور کیجیے۔ اس کے سوا کس کی طاقت کہ ایک ان دیکھی اور ان بوجھی ذات پر اتنا کامل بھروسہ ہو جائے کہ تمام دنیاوی بھروسے اٹھ جائیں۔ اور اسی کے بھروسے تمام زندگی کا مدار ہو اور ساری دنیا کو اپنی دعوت پر للکارے اور پھر اسی کے اندر غوطہ دے کر تمام زندگی کا دوسرا رخ بدل دے۔ حَتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْن یہاں تک کہ موت آجائے۔

## معیت کا درجہ

نبی کریم ﷺ پر نزول وحی تو ہو چکا تھا لیکن غور فرمایئے پھر کس وجہ سے اس مجاہدہ و ریاضت کا ارشاد فرمایا گیا۔ صرف اس لیے کہ معیت الٰہی کا وہ درجہ حاصل ہو جائے کہ خود قدرت فرمائے، وَمَارَمَیْتَ اِذْرَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (جب آپ کنکر پھینک رہے تھے۔ تو اس وقت (اصل میں) خدا ہی پھینک رہا تھا۔)

## مذہب کی اشاعت میں سب سے ضروری چیز

الغرض اشاعت مذہب کے لیے معیت ذاتی کے سوا ایک قدم بھی اٹھانا اندھے کا دوسرے کو راستہ دکھانا ہے۔ وہ دوسرے کی لاٹھی پکڑ کر کیونکر سیدھے راستے پر ڈالے گا۔ ایک قدم غلط تو پھر تمام راستہ ہی غلط۔ کبھی پھر اصل راستہ پر آنا میسر نہیں۔ جتنا بھی چلیں گے اتنا ہی بے فائدہ۔

Marfat.com

دنیا کے اندر مذاہب نے علم سے ترقی حاصل نہیں کی۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے تو سراسر غلط۔ جب کبھی بھی اہل عرفان کم ہوئے تو علم نے ترقی کی۔ اور جوں جوں علوم مذہبی بڑھتے گئے حقیقت مذہب یا روح مذہب کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ جنگ وجدل اور نقل و تقلید کے سوا خالی خولی جامہ مذہب رہ جاتا ہے اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ موجودہ وقت کیا اگلے زمانے سے علم کم ہے؟ ایک ایک مذہب کے علوم کی اتنی کثرت کہ قطاروں اونٹ اس کے کتب مروجہ اور متداولہ کو اٹھا نہیں سکتے۔ لیکن غور سے دیکھو تو اہل مذہب کے سینے اور دل اپنے مذہب سے بالکل کورے اور خالی۔

## مذہب دراصل کیا ہے

مذہب کیا ہے۔ سراسر صداقت اور، سراسر نیکی تمام برائیوں سے بچنا بچانا۔ اور تمام نیکیوں کا کرنا کرانا۔ دل صداقت سے منور ہو، عمل صداقت سے معمور ہو۔ یہی "صراط مستقیم" ہے، جس کی مذہب دعوت لے کر آتا ہے۔ لیکن آج تمام ملت تو کجا اکا دکا بھی تو ایسا ملت میں نظر نہیں آتا جس کا دل صداقت سے پر ہو اور عمل صداقت سے معمور۔ پھر خالی مذہب کے اندر ناچ سے کیا فائدہ؟ جب روح ہی مردہ ہو چکی ہو۔

## اصلاح نفس اور اشاعتِ دین

میں اپنے ان دوستوں کو جن کو اپنے مذہب کی ترقی اور اس کی اشاعت کا ہوکا لگا ہوا ہے، یہی عرض کروں گا کہ سب سے پہلے اپنی اصلاح نفس اپنے مسلمان ہونے کے لیے کیجئے۔ یہاں تک کہ مذہبی علم حق الیقین کے درجہ پر خود بخود پہنچ جائے، اور توحید الٰہی دل کے اندر اس درجہ پر پھلے پھولے کہ اس کی مہک سے خود بخود قلوب انسانی کے اندر کشش پیدا ہو کر اسلام کی طرف کھنچتے چلے آئیں، اور صرف دیکھنے سے کلمہ توحید پڑھ اٹھیں۔

روئے و آواز پیمبر معجزہ است

کا نمونہ ہو بیٹھیں۔ پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اور کیا کچھ ہے جو نہیں ہوتا۔ آخر غور تو فرمایا

Marfat.com

جائے، تمام صاحب مذہب مقدسہ کس راستہ سے اور کن علوم سے آراستہ ہو کر اس راہ پر قدمزن ہوئے۔ کسی نے کچھ علوم رسمی اور نقلی اپنے وقت اور اپنے زمانہ کے سیکھے تھے؟ یا سب کا سینہ ان علوم سے اور فنون سے پاک تھا۔ سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے، نہ ٹالنے ٹولنے کا۔ مدرسہ تھا تو فطرتی، نصاب اور کورس تھا تو فطرتی۔ غرض فطرت کلیہ نے ہی ان کو اس غرض و غایت کے لیے تیار فرمایا تھا، کہ خود ہی نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں کو نہیں، ایک امت کاملہ کو پستی ذلت سے اٹھا کر آخری سعادتمندی و فلاح کے درجہ پر پہنچایا، اور تمام کائنات کے اندر ان کو سرفرازی بخشی گئے۔ یَالَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ

## طریق کار کی اصلاح

یہ تسلیم کرنے میں ذرا جھجک نہیں کہ صوفی صافی لوگ اسلامی طریقہ مجاہدہ سے ہٹ کر جوگی طریقہ پر چل گئے۔ گو مجھے اس کے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ تاہم وہ بزرگ طریقہ کے تبدل کے گنہگار ہی ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔ اور یہاں علمی دنیا کے سرتاج، شریعت غرا کے علمبردار، نفسی مجاہدہ اور اصلاح نفسی کے سرے سے منکر۔ اب فرمایئے کس کا پلہ بھاری ہے اور کس کو ملامت کی جائے۔ ان کو یا ان کو؟

## رسالت مآب کا حال پیدا کیجئے

میں یہ نہیں کہتا کہ اس قسم کا مجاہدہ ہو یا اس قسم کا۔ قرآن پاک سامنے ہے۔ سیرت نبوی مہتاب کی طرح روشن۔ دیکھنے دکھانے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں، وہ کچھ پیدا کیجئے جو نبی کریم ﷺ کے سینہ بے کینہ کے اندر تھا۔ اور ان کیفیات اور جذبات سے معمور اپنے آپ کو کیجئے، جو آپؐ کی ذات اقدس میں موجزن تھے۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک وہی طریقہ اختیار فرمایا۔ کیا نبوت سے پہلے اور کیا نبوت کے بعد۔ غرض ہر پہلو سے آسوۂ حسنہ سے معمور ہونا ایک مسلمان کا مطمح نظر ہونا چاہیے۔

Marfat.com

## مجاہدہ اور قرآن پاک

"وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا"۔ اَوْفِیْ دِیْنِنَا ۔ اَوْفِیْ مَحَبَّتِنَا۔ جو ہمارے (دین کے حاصل کرنے یا دین پھیلانے) میں، یا ہماری ذات بابرکات کے لیے مشقت و تکلیف اٹھاتے ہیں، "لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (تو ان کو ہم اپنے دین کے راستے یا اپنے قرب مواصلت کے طریقے دکھاتے ہیں)، وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ" (وسیلہ اس کی طرف تلاش کرو خواہ جو بھی اختیار ہو) اور اس کی راہ میں مشقت اور تکلیف اٹھاؤ۔ "وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ" (پ ۱۷۔ آخری آیت) اللہ کی راہ میں (اس کے دین کے لئے یا اس کی ذات کے لیے) پوری پوری مشقت و تکلیف اٹھایئے" کیوں "لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا تَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ" تاکہ رسول تم پر شاہد (امام رہبر) ہو، اور تم (دوسرے) آدمیوں کے لیے شاہد امام رہبر ہو۔

## مجاہدہ کا فائدہ اور اس کا اصل مطلب!

دوسری آیت کا اخیر لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (تاکہ تم فلاح پاؤ) اور پہلی آیت کا اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ یقیناً اللہ نیکوکاروں کے ساتھ (امدادی طور پر یا ذاتی طور پر) ہے۔ آیات بالا کا مفہوم مجاہدہ سے وہی ہے جو اہل مجاہدہ لیتے ہیں۔ سیاق و سباق سے جہاد (قتال) کے معنے میں صحیح نہیں بیٹھتا۔ ہاں عام کر لیا جائے جس کے اندر وہ جہاد بھی شامل ہو تو حرج نہیں۔ بہر صورت ان آیات سے جہاد لیا جائے یا مجاہدہ، ہمارا مطلب حاصل ہے یعنے مشقت و تکلیف ریاضت دین کے لئے اٹھانا، یا ذات بابرکات کے لیے برداشت کرنا۔ لیکن جس ملت اسلامیہ کے اندر یہ دونوں جذبے موجود نہ ہوں بھلا ان کے اندر پھر کہاں سے برکات الٰہیہ نازل ہوں اور کیونکہ دین میں اشاعت و ترقی ہو۔ یہ تسلیم، کہ صوفی جہاد سے بھاگ کر مجاہدہ کی آڑ میں گھس گئے۔ لیکن علمائے کرام کو کیا ہوا، کہ نہ اس راہ چلے نہ اس راہ۔ جہاد ہے بھی تو لسانی۔ خالی جھگڑے اور بس۔

Marfat.com

## جہاد اکبر کیا ہے اور کیوں ؟

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں) کی حدیث میں نامعلوم کتنی جرح وقدح ہو گی۔ لیکن اس کا مطلب وہ نہیں جو عام لے کر کہا جاتا ہے کہ اس سے تو جہاد کی اہمیت نہیں رہتی۔ مقصود یہ نہیں کہ جہاد بمعنے قتال کچھ نہیں بلکہ اس کے لیے قرآن پاک اور حدیث شریف کے دفتر بھرے ہیں۔ آنخصور ﷺ کا مطلب اس وقت یہ تھا، کہ مسلمان کسی وقت بھی جہاد سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک وجہ سے بہت بڑا بھی ہے، کہ ہر وقت ،ہر حال، عمر بھر کے لیے ہے۔ اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی۔ جنگ ہوئی، کچھ زمانہ اور کچھ وقت۔ لیکن یہ ہے عمر بھر۔ ذرا غور سے مطالعہ فرمایا جائے، تو اگر اس جہاد کو نظر انداز کر دیا جائے تو تمام دین کی عمارت ہی اکھڑ جاتی ہے۔ بخلاف اس جہاد بمعنے قتال کے، کہ اگر وہ ملت مسلمہ سے نکل جائے تو تمام دین نہیں گرتا۔ بلکہ اسلام کا ایک ستون گر کر اسلام کو اپنی صحیح صورت میں رہنے نہیں دیتا۔ "جهاد فی الدین" اگر نہ رہے تو پھر دین کے اندر رہتا ہی کیا ہے۔ دین کا ایک قدم بھی اٹھنا اس صورت محال۔ حالانکہ جہاد (قتال) سے پہلے دین اپنی سادہ پوری شکل سے آنخضرتؐ کے زمانہ میں نمودار ہو چکا تھا، اور اس کے اجزائے ترکیبی تیار ہو چکے تھے۔ یہ جہاد تو اس عمارت دین کے بچاؤ کے لیے اور بس، تاکہ عمارت دین کو کوئی دشمن دین حق گرا نہ سکے، بلکہ چشم بد سے دیکھ بھی نہ سکے۔ کیا جہاں جہاد (قتال) نہیں وہاں دین اسلام کے دوسرے تمام اعمال صالحہ کی کوئی بھی قیمت نہیں ؟ اور اس صورت میں صداقت دل اور صداقت اعمال کچھ کام بھی نہ دیں گے ؟ ہاں بیشک یہ اس وقت اکارت جاتے ہیں جب امام وقت جہاد کے لیے بلائے اور امت نہ اٹھے۔ لیکن اگر امام سرے سے ہو ہی نہیں، یا وہ جہاد کے لیے دعوت ہی نہ دے، تو کیا پھر اس جہاد (مجاہدہ) کو بھی چھوڑ دیا جائے، جس پر دین کی تمام عمارت کھڑی ہے۔ یعنی اخلاص، تقویٰ پیدا کرنے کا صحیح طریقہ جو خود قرآن پاک تجویز فرمائے۔

Marfat.com

## ترتیل اور مجاہدہ کا تعلق

یہ تفصیل میں نے اس لیے لکھ دی ہے کہ ترتیل مجاہدہ کی جزو ترکیبی ہے۔ جیسے ترتیل دوسرے اجزا پر اپنا اثر کر کے تزکیہ نفس کے لیے ممد ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسرے اجزا یعنے ذکر الٰہی اور تبتل (انقطاع ماسوی اللہ) بھی ترتیل کے لیے ممد ہیں۔ آپس میں ان کا جوڑ چولی دامن کا ہے، ایک دوسرے کا سہارا لے کر اپنے انتہائے معراج تک ترقی کرتے ہیں۔ اور دوسرے اس لیے مجاہدہ کے نام سے بھی ہمارے دوست صاحب علم گھبراتے ہیں۔ اس لیے اصل حقیقت ان پر واضح کرنی بھی مطلوب تھی۔

## ایک ضروری مسئلہ

اب ایک مسئلہ جس کا تعلق اصل مضمون کے ساتھ نہیں، لیکن چونکہ جہاد کا ذکر خیر آگیا، اور مجاہدہ کے وجوب اور عدم وجوب کی بحث پر ہی فیصلہ کا مدار ہے۔ اس لیے، اس کی بابت اپنا خیال ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جہاد کے حکم سے قرآن پاک بھرا پڑا ہے۔ اور موجودہ وقت میں اس کے فیصلہ کی سخت ضرورت ہے۔

## امامت کے مدارج

جیسا کہ معلوم ہے کہ منصب امامت کے تین درجے ہیں۔ اول امامت کبریٰ، دوم امامت وسطیٰ، سوم امامت صغریٰ۔ امامت کبریٰ کے مالک تو وہ پاک ہستیاں ہیں جن کو روز ازل امامت کبریٰ کے لیے منتخب فرمایا گیا، اور رسول کے مقدس لفظ سے ان کو نوازا گیا، جن کے ساتھ دین بتمامہ وابستہ ہوتا ہے، اور ہر ایک امر میں وہ مختار کلی کے درجہ پر ہوتا ہیں۔ کیونکہ وہ وہی کچھ حکم فرماتے ہیں، جو بارگاہ مقدس کبریائی سے بذریعہ وحی ان کو دیا جاتا ہے۔ امت پر یعنے تابعداران امامت پر جن کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ ان کا ہر ایک حکم واجب التعمیل ہوتا ہے، اور ہر نہی ان کے لیے نہی کا حکم رکھتی ہے۔ کسی امر کے انکار سے مسلمان یا تابعدار کافر اور مرتد ہو جاتا ہے، اور نہ کرنے سے سخت گنہگار ہوتا ہے اور سخت عذاب کا مستحق۔ دوسرا درجہ امامت وسطیٰ کا تعلق براہ

Marfat.com

راست خدائے جل وعلا کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ امامت کبریٰ کی ایک قسم کی خلافت ہے۔ یہ منصب دار صاحب اجتہاد اور صاحب استشہاد ہوتے ہیں۔ امامت کبری کے حالات واقعات اور احکام سے جزئیات کے لیے فیصلہ فرماتے ہیں۔ ان کا فیصلہ صرف اپنے تابعداران امامت کے واجب التعمیل ہوتا ہے، نہ کہ عامتہ المسلمین کے لئے۔ گوان کے حلقہ بہت وسیع ہوتا ہے، لیکن ان کی امت تمام امات رسول پر وسعت پذیر نہیں ہوتی۔ بیک وقت ایک امت کے اندر کئی امام اپنے اپنے حلقہ میں ہو سکتے ہیں۔ بخلاف امام اول کے، وہ صرف ایک ہی اپنی تمام امت کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دوسرا رسول اس کی تصدیق کے لیے آئے۔ لیکن ہمارے آخر الزمان نبی کریم ﷺ کے بعد کسی امامت کبری کی توقع نہیں، کیونکہ تمام دنیا کے لیے آخری رسولؐ ہیں۔ اور عرب و عجم کے لیے یکساں۔ آپؐ کی امامت کبری قیامت تک قائم ہے۔ اس دوسرے درجہ کے صاحب اجتہاد اور صاحب استشہاد کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اور نہ ہی انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ البتہ امامت وسطیٰ کسی کی تسلیم کے بعد اس کی تعمیل احکام سے گنہگاری ضرور لازم آتی ہے، اور اللہ جل شانہ کے ہاں گنہگار ٹھہرتا ہے۔ لیکن امت کے دوسرے افراد پر جو اس کی امامت کے قائل نہیں، نہ اس کی تابعداری پر واجب، نہ ان کے اصل امامت کے انکار کرنے سے ان پر کوئی سزا۔ البتہ اسے ناحق کہنا جائز نہیں۔

تیسرے درجہ پر امامت صغریٰ ہے۔ یہ اہل اخلاص اور اہل تقویٰ کا حصہ ہے۔ ان کی امامت کا حلقہ بہت کم۔ اپنے حلقہ میں وہی کچھ فرما سکتے ہیں جو امامت وسطیٰ اور امامت کبریٰ کے احکام سے کھلا کھلا حکم ملتا ہے۔ یا کسی جزئی کو صاحب اجتہاد کی جزئی سے منطبق کر سکتے ہیں اور بس۔ نہ ان کے انکار سے کسی کو گناہ نہ ان کے احکام کو تسلیم نہ کرنے سے کوئی سزا۔

## جہاد اور مجاہدہ

''جہاد اور مجاہدہ''۔ یہ دین کے اندر ایسے دو ضروری امور ہیں کہ ان کے بغیر

Marfat.com

دین کسی صورت میں مکمل نہیں ہو سکتا۔ پہلا دین کا پہرہ دار ہے، اور دوسرا دین کی جڑ ہے۔ جتنی یہ جڑ مضبوط ہو گی اتنا درخت دین زیادہ پھلے پھولے گا۔

لیکن دونوں کا تعلق براہ راست امامت سے ہے۔ خواہ امامت کبریٰ (رسالت) ہو یا خلافت رسالت: یعنے اولی الامر کی امامت ظاہری یا باطنی کیونکہ ان کا تعلق حالات قومی اور نفسی سے وابستہ ہے۔ اور حالات کے ماتحت ان پر حکم ہوتا ہے۔ اور حالات پر حکم دینے کے لیے امامت کے سوا چارہ نہیں۔ بخلاف دیگر امور دین کے جو بلا حالات اور واقعات کے ہمیشہ کے لیے فرض گردانے گئے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔

## امامت اور اس کا ظل

حقیقتاً امامت کا تعلق باطن (دل) کے ساتھ ہے۔ ظاہری امامت جو غلبہ اور قہر سے حاصل ہوتی ہے، وہ حقیقتاً امامت نہیں، بلکہ اسے ظل کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے ایک گونہ اس کی تابعداری بھی فرض ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ کام احکام شریعت کے مطابق ہوں۔

## اولوالامر کا حکم کب واجب التعمیل ہے

ظل امامت کا حکم اسی وقت واجب التعمیل ہوتا ہے، جبکہ صاحب امامت ''اجتہاد اور استشہاد'' کی دولت سے سرفراز فرمایا گیا ہو۔ اور وہ بھی ان لوگوں کے لیے جو اس کی امامت تسلیم کرتے ہیں، اور اس کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسروں کے لیے اس کے حکم کی تعمیل واجب نہیں ہوتی۔ جیسے کہ خلافت ظاہرہ کے احکام کی تعمیل ان پر واجب ہے، جو خلافت کے اندر ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں پر واجب نہیں، جو اس خلافت کے دائرہ سے باہر ہوں۔ اس لیے ''اولوالامر'' کا لفظ قرآن پاک نے جمع کا فرمایا، کہ بیک وقت مختلف قطعۂ جات زمین میں مختلف اولوالامر ہو سکتے ہیں۔

صاحب اجتہاد اور استشہاد سے مطلب یہ ہے کہ امام اپنے اندر قوت اجتہادیہ کے ساتھ قوت مشاہدہ یعنے توحید کو مشاہدتاً اپنے اندر رکھتا ہو۔ کیونکہ جب تک اس

Marfat.com

توحید پر انسان نہیں پہنچتا، اس وقت تک علوم توحید سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک علوم توحیدی موجون نہ ہوں، اس وقت تک وہ مطاع کائنات و خلقت نہیں ہوتا۔ اور وہی قلوب انسانی اس کی طرف جذب ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ علوم پیدا ہوتے ہیں، جو بطور مشعل اس کے سامنے تمام راستہ صاف کر دکھاتے ہیں، بلکہ اس وقت تک وہ خود "ضال" یعنی اپنی راہ سے بھی بے خبر ہوتا ہے، چہ جائیکہ دوسروں کی رہبری فرمائے۔ پھر جب توحید سے دل منور ہوتا ہے، تو جہاں دل انوار الٰہی سے بھر جاتا ہے وہاں علم توحید بھی آکر دل کو گھیر لیتے ہیں اور "لنفدالبحر" (سمندر ختم ہو جائے) کا صحیح نقشہ اندر کھل جاتا ہے۔ نہ دل کی وسعت کا کوئی اندازہ رہتا ہے اور نہ ہی دل کی کیفیات اور علوم کی کوئی حد ہوتی ہے۔ اس وقت تمام بنی نوع انسان کیا، بلکہ کائنات کے لئے سراسر رحمت ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے احکام اور ارشادات اس کے تسلیم کرنے والوں اور تابعداروں کے لئے واجب ہو جاتے ہیں۔

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ (اے نبی کریم ﷺ مومنوں کو لڑائی کے لئے ابھاریئے) کا حکم اس وقت نازل ہوا، جبکہ نبی کریم ﷺ کی توحید کا اثر ایک دنیا پر ہو گیا تھا، اور ان کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں از راہ محبت ختم ہو گئی تھیں۔ اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ (آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ قیام لیل، دو تہائی رات سے کم کرتے ہیں یا نصف رات یا رات کا تیسرا حصہ اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں) کا حال پیدا ہو چکا تھا اور ساتھ یہ بھی فرمایا تھا:۔

"اِنْ یَکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ"

اگر صبر والے تم سے بیس بھی ہوں گے تو دو سو پر غالب ہوں گے۔

## امام کے حکم سے انکار کفر ہے

بعینہ یہ نقشہ امامت کی خلافت کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی پہلے اپنی توحید کی

Marfat.com

تکمیل۔ پھر اپنے تابعداروں کے ایمان کی تکمیل۔ تاکہ اللہ کی راہ میں جان و مال دینے سے دریغ نہ کریں۔ پھر جہاد کا حکم ایسے حال میں جبکہ نصرت الٰہیہ کا وعدہ بھی ساتھ ہی ہو۔ ایسے حال کے بعد جب کوئی اپنے امام کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا، تو کیا کافر و مرتد نہ ہوگا۔ یقیناً ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ لیکن اس سے آپ کو صاف کھل گیا ہوگا، جو نہ اپنی تکمیل ایمانی رکھتے ہیں، اور نہ اپنے تابعداروں کے ایمان کی تکمیل وہ کر سکتے ہیں جس سے جاں نثاری اور فداکاری پیدا ہوتی ہے۔ بھلا وہ احکام الٰہی جن کا تعلق حالات اور شروط کے ساتھ وابستہ ہو، کیونکر امت مرحومہ پر فرض کی حیثیت سے لازم گردانے جائیں، اور کیونکر امت مرحومہ پر فرض کی حیثیت سے لازم گردانے جائیں، اور کیونکر ان کو گنہ گار ٹھہرایا جائے۔ اور پھر اپنے گھر کیلئے ہی نہیں حکم فرماتے، بلکہ تمام امت کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اس مسئلہ جہاد پر علم طور پر زیادہ زور دیا جارہا ہے اتنی ہی اس کی حیثیت حقیقی گرتی جاتی ہے۔

## او خود گم است کرا رہبری کند

اور جس اندھے کو اپنا راستہ دکھائی نہیں دیتا، وہ دوسروں کو کیا دکھائے گا۔ اور جو خود دین کے لئے اپنی جان پر کھیلنے کے لئے تیار نہیں وہ دوسروں سے کیونکر یہ توقع رکھتا ہے کہ اس کی جان پر اپنی جان کھیل دیں گے۔

## اخلاص و تقویٰ کی ضرورت

بہر صورت تقویٰ و اخلاص کے سوا جہاد کے لئے ایک قدم بھی اٹھانا محال ہے۔ اور تقویٰ و اخلاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت۔ اور یہی صحیح طریقہ کتاب و سنت کا ہے۔ اور یہی طریقہ مستقیم سیرت نبوی کا خلاصہ ہے۔ سورہ مزمل اس کی پوری تشریح سے بھرپور ہے۔ آنکھوں والے دیکھ سکتے ہیں۔

اس تحریر بالا سے میرے ان تمام دوستوں کے شکوک رفع ہو گئے ہوں گے، جو ہر وقت ہر حال جہاد کو فرض گردانتے ہوئے خلق اللہ کو کافر بناتے پھرتے ہیں۔

Marfat.com

بلکہ ان تمام صوفیوں پر بھی یہ روشن ہو گیا ہو گا، کہ جو مجاہدہ کو عوام پر فرض گردانتے ہیں، اور پیری مریدی کو اپنے زعم میں فرض جانتے ہیں۔ جیسے "جہاد" حالات قومی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ایسے ہی مجاہدہ بھی حالات نفسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہاں جو کسی اہل دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کی امامت کو تسلیم کرتے ہیں، ان کے لئے وہ اوراد۔ وظائف یا اذکار وجوب کا درجہ رکھتے ہیں، جو ان کے لئے فرداً فرداً تجویز فرمائے گئے، یا جن کا کلیتہ ارشاد فرمایا گیا ہو: اسی وجہ سے مشہور ہے۔ پیر کا فرمودہ فرائض میں داخل ہے۔

## مرشد کا حکم کب واجب ہے

لیکن جیسے میں نے پہلے ذکر کیا۔ پیر کونسا ہو اور کیسا ہو۔ میں کہتا ہوں، پیر خود فرض کرے یا نہ کرے جب مرید کی طبیعت بلاچوں وچرا اسے فرض گردانتی ہے۔ تو بھلا پھر اسے کیوں فرض نہ کہا جائے۔ بعینہٖ یہی صورت جہاد کی ہے۔ کہ امت کے افراد اپنے امام کے اس درجہ مطیع ہو جائیں کہ احکام موت لینے کے لئے پہلے سے تیار بیٹھے ہوں۔ اور اپنے امام کے ایک اشارہ پر بلاچون وچرا موت کے گھاٹ اتر جائیں۔ پھر ایسی حالت میں کوئی فرد پیچھے رہ جائے، تو اس کے لئے اس کی اپنی فطرت وہ حکم پیش نہ کرے گی۔ "فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ (اس نے اللہ کا غصہ و غضب کمایا۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے)۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے، جبکہ تابعدار ان امامت یقیناً یہ سمجھتے ہوں۔ کہ جو کچھ ارشاد ہے وہ حکم ربی ہے، اور بس۔ یہاں انسانی دخل نہیں۔ اور ہماری موت سعاد تمندیوں کا ایک ذخیرہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا، خواہ مر چکے ہوں گے۔

اگر کوئی امام اپنے ایسے اہل تقویٰ اور اہل اخلاص تابعدار پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ تو پھر خود غور فرمایئے، اسے کیا حق ہے کہ وہ خلق اللہ کو جہاد کیلئے ابھار کر خود مٹے اور انہیں مٹائے، اور اللہ کی جناب میں جوابدہ ہو۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (تاکہ تمام

Marfat.com

دنیوں پر اسے غلبہ دے)یاوَیَکُوْنُ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ (تاکہ تمام دین اللہ کا ہو جائے) کی تشریح کا یہ وقت نہیں، جن سے ہمارے دوست جہاد کے نظریہ کو عام بناتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت اس کی بابت کچھ عرض کیا جائے گا جب موقعہ ہاتھ آئے گا۔

## انسان دل و دماغ کی اصلاح سے ہے۔ ورنہ چارپایہ

انسان کی تمام سعادتمندی واقبال کا مدار دماغ اور قلب (دل) ہے۔ جتنی فکر رسا کی صحیح دوست ہو گی، اور جتنا قلب اس کے کرنے اور لینے کے لئے زیادہ سے زیادہ مستعد ہو گا، اتنا ہی انسان اپنے کمال منتہا پر پہنچے گا۔ در حقیقت انسانی حقیقت ہی یہی کچھ ہے۔ اس کے سوا چارپایہ سے کم اور پتھر سے برا۔ اس جوہر کو جلا دینے کے لئے خالق اکبر نے عبادت عالیہ کے سوا ریاضت مخلصہ قرآن پاک کے اندر تجویز فرمائی...... فکر رسا کے لئے یعنی رات کی عبادت، اور وہ بھی وہ تہائی رات سے لے کر ایک تہائی تک کھڑے ہو کر ادا کرنا۔

## اصلاح قلب کا ایک بڑا نسخہ

اور اس کے اندر تلاوت قرآن کو ترتیل (لے) کے ساتھ پڑھنا۔ اور قلب سلیم بنانے کے لئے ذکر الٰہی، اور خلق اللہ سے یکسو رہنا تجویز فرمایا۔ خود غور فرمایا جائے۔ ایک طرف کھڑا ہونا، اور پھر لے سے ایک نہایت بلند کلام جو صراط مستقیم کا کلی خاکہ ہے، اسے لے سے دہرانا۔ کتنا دماغ کو درست کرتا ہے۔ اسی وجہ سے فرماتے ہیں۔ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاءً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً۔ (رات کا اٹھنا نفس کو خوب روندتا ہے، اور اس وقت کی بات بھی پختہ ہوتی ہے۔) دوسری طرف ذکر الٰہی اور خلوت سے دل کے اندر کتنی قوت کتنی طمانیت پیدا ہونے کے سامان ہیں۔ تجربہ شرط ہے۔ صرف خاموشی اور یکسوئی ایک دو دن کی کر کے دیکھا جائے، تو خود بخود وہ حقیقت کھل جائے گی، جس کے لئے نسخہ تجویز فرمایا گیا۔

Marfat.com

## امور عامہ اور جہاد اسلام

لیکن ہمارے اہل علم دوست ہیں کہ وہ امور عامہ کی توحید سے دنیا کو رنگنا چاہتے ہیں، اور اس کے ذریعہ دنیا کو جہاد پر ابھارنا چاہتے ہیں۔ یا لینن و سٹالن کے قصوں سے امت کو رسوا کرنا چاہتے ہیں ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ توے روی بترکستان است

## اصل طاقت کیا ہے

اور پھر لطف یہ کہ اہل مجاہدہ کو ایک بیکار فرقہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور میں ہوں کہ تجربہ پر خود پہنچ چکا ہوں کہ انسان کا تخیل ہی کائنات کی مشین کو چلا رہا ہے۔ تخیل خود ایک عمل ہے۔ جب اس کے اندر قوت آجائے، انسان تو انسان رہے، جانوروں اور درختوں تک تخیل کا نازک اثر اتنا بلند آنکلتا ہے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

اہل اللہ بیکار ہیں تو اہل علم کیا ہیں؟

کسی کا یہ کہنا کہ یہ بیکاروں کی دنیا، دنیا کو بیکار بنانا چاہتی ہے۔ کیا مدارس علمیہ پر یہ حکم نہیں ہو سکتا کہ پڑھانے سے دنیا بیکار ہو رہی ہے۔ پھر جب اس کے لئے یہی ارشاد ہوتا ہے کہ کونسے تمام اہل فکر ہو جاتے ہیں۔ بعض ابتدائی درجہ پر بعض وسطی درجہ پر رہ جاتے ہیں، اور بہت کم بلند درجہ پر پہنچتے ہیں۔ لیکن وہ بھی کارگذاروں کے اندر شامل ہو کر ٹکڑا کماتے ہیں اور پیٹ پالتے ہیں۔ مدرسہ کے اندر تو بہت کم آتے ہیں جن پر تعلیم کا مدار ہے۔ اور اہل فکر و اصلاح تو اکادکا پیدا ہوتے ہیں۔ اور جناح، آزاد، مودودی، گاندھی اور جواہر لال تو صرف اکے دو کے آدمی ہیں، اور پیٹ والے کتنے، کارگذاریاں کرنے والے لاکھوں کیا یہ حقیقت نہیں، کہ آج تمام کی آنکھیں ان بیکاروں کی طرف لگی ہوئی ہیں، کیونکہ اپنے اندر دماغ صحیح اور قلب سلیم رکھتے ہیں۔ (جو وہ اپنے ذہن میں خیال کرتے ہیں) بھلا اگر وہ دماغ فکری پیدا ہو جائے، اور قلب سلیم جو

Marfat.com

خود خالق اکبر کی نگاہ میں پسند ہے، تو کیا وہ ان لوگوں سے دنیا کے لئے کم مفید ہوگا، اور خود اپنے لئے ان سے کم فلاح ہوگی؟ سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے!

میں نے جہاد اور مجاہدہ کی توضیح موقعہ کے لحاظ سے زیادہ کردی۔ لیکن بیجا نہیں کی۔ ترتیل قرآن کو اس سے خاص تعلق تھا اور یہ مجاہدہ کی ایک کامل جزو ترکیبی اور فطرتی تھی۔ اور اس تفصیل کے سوا ترتیل اپنی تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ یہ جوڑ اور موزونیت قدرتی ہے۔ اور دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے اتنا کچھ لکھ دیا گیا۔

## خلوت کی ضرورت

سو ترتیل قرآن کے لئے رات کا وقت نہایت موزوں ہے۔ اگر وہ میسر نہ ہو، ظاہر و باطن پاک ہونے کے علاوہ خلوت کا ہونا ضروری ہے۔ یعنے ایسا مکان جس میں طبیعت اطمینان پر ہو، اور محسوسات و مشاہدات کم نظر آئیں۔ تاکہ ترتیل کے اندر تشتت پیدا نہ ہو، اور دل پر پراگندگی کی راہ نہ پائے۔

## طریق کار

پہلے چھوٹی سورتوں کو شروع کیا جائے، اور ایک ایک آیت کو کئی بار دوہرایا جائے، تاکہ کلام اپنی اصل صورت پر ذوق دینے لگے۔ ازاں بعد مختلف ٹکڑے کلام پاک کے طبیعت کے انداز کے مطابق منتخب کئے جائیں۔ جن کے معانی دل پر بالکل کھلے ہوں۔ اور بلا توقت و تکلف اس کے حقائق اندر بیٹھتے جائیں۔ زاں بعد جب کبھی اکیلا باہر جانا ہو تو کسی نہ کسی آیت کو جو خود بخود سامنے آجائے ترتیل کے ساتھ پڑھتے جائیں۔ ترتیل کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا کیا ہے۔

الغرض جس طرح بنسری والا رنگ اپنی آواز میں پیدا کرتا ہے۔ اور دم کو دوہراتا ہے اور مشق کرتا ہے۔ اسی طرح یہ مشق بہم پہنچائی جائے۔ یہاں تک کہ اپنی ترتیل سے خود مست ہو بیٹھیں۔ اور پھر دوسروں کو مست کر دکھائیں۔ جن کو قرآن پاک سے کچھ بھی مس ہو۔ یعنی پڑھنا ہی ایسا ہو کہ خود بخود معانی و حقائق کھلتے جائیں۔ والسلام محمد عمر

Marfat.com

## صراط مستقیم کے محرکات :۔

یہ خیال کہ دینی تبلیغ صرف علم تک محدود ہے کوئی دوسرا حصہ دار نہیں۔
فطرتی تبلیغ کا طریقہ۔ تفرقہ اور فرقہ بازی۔

## فطرتی طریقۂ تبلیغ

اِنَّ اُللّٰہَ رَبِّی وَ رَبّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذاصَراطٌ مستَقِیْمٌ
ترجمہ : یقیناً اللہ میرا اور تمہارا رب ہے تو اسی کی عبادت (پوجا)
کرو ۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

اس آیت شریفہ میں تین جملے ہیں پہلے دو جملے اِنَّ تحقیق لا کر شرط و جزا سے وابستہ کر دئے گئے۔ تیسرا جملہ بطور نتیجہ ، ساتھ کر دیا گیا۔

(۱) اَللّٰہَ رَبِّی وَرَبُّکُمْ ۔ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس پر اِنَّ ڈال کر یقین بڑھایا گیا اور واقعی یہ جملہ مسلمہ ہے۔ خصوصاً جبکہ اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا۔ کیونکہ اہل کتاب ذات وحدہ لاشریک کو ہی اپنا رب مسلمانوں کی طرح مانتے ہیں۔ گویا اس عقیدہ پر مساوی ہیں۔ تو لازماً دوسرا جملہ دعوتی یا خطابی "فَاعْبُدُوْہُ" کہ تم اس کی عبادت (پوجا) کرو وارد ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس کے بعد تیسرا جملہ لایا گیا۔ اور دونوں جملوں پر تصدیق ڈالی گئی۔ اور فرمایا گیا۔ ھٰذَا اصَرَاطٌ مُستَقِیْمٌ یہی راہ (عبادت کا) سیدھا راستہ ہے۔ ادیان عالم اور مذاہب متفرقہ کے اندر یہی ایک دعویٰ صراط مستقیم کے اختلاف کا چل رہا ہے۔ جس کی وجہ سے ادیان اور مذاہب پیدا ہو گئے۔ لیکن حقیقتاً تمام کا تخم ایک ہے۔ یعنی ذات وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ ایک ہے۔ اور اسی کی عبادت (پوجا) باعث برکات زندگی ہے اور عبادت ہی مدار حیات ہے۔ لیکن ہر دین اور مذہب والے شرائع اور رسوم مختلفہ کی وجہ سے الگ الگ ہو کر تفرقہ میں مبتلا ہو گئے۔ اور ہر دین اور ہر مذہب اپنے رسوم اور

Marfat.com

شرائع کو حقیقتاً "صراط مستقیم سمجھ کر اپنے راہ راست پر ہونے کا مدعی ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دین مدمقابل ہو کر دوسرے ادیان سے برسر پیکار ہو گیا، اور اصل حقیقت سے بے خبر ہو گیا، اور شرائع اور رسوم مذہب میں کھو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وحدت دین پارہ پارہ ہو گئی اور تفرقہ وانتشار عالم بود وہست میں شروع ہو کر معاشرہ انسانی کی تباہی کا باعث ہو رہا ہے یعنی کامل ارتقاء انسانی حاصل نہ کر سکا۔ باوجودیکہ انسانیت عام طور پر مذہبی ہے اور مذہب سے وابستہ ہے لیکن جب وحدت نہیں تو رسوم وشرائع بے جان ہیں رسم ورسوم مذہبی میں جان اس وقت ہوتی ہے جب رسم ورسم کی جان زندہ ہو اور وہ ہے جذبہ توحید جس کی تکمیل عبادت اور پوجا سے ہوتی ہے۔ جیسے روح کی تکمیل جسمانیت سے ہوتی ہے ورنہ روح بلا جسم کو کوئی تسلیم نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی توحید جب تک عمل کے جسم میں نہ آئے یعنی اعمال کے اندر روح وحدت نہ پھرتی ہو تو اعمال بے رنگ۔ بے ذوق نظر آتے ہیں اور مردہ کی لاش معلوم ہوتے ہیں۔

اسی مضمون کی دوسری آیت سورۂ یٰسین میں ہے۔ اَنِ اعْبُدُوْنِی ھٰذا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمُ میری عبادت کرو۔ یہی راہ سیدھی ہے۔ غرض بنیادی طور پر صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ہے۔ ایک تیسری آیۃ سورۂ یٰسین آیۃ نمبر ۶۲ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن (ترجمہ) ہم نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا۔ بعض مفسرین لیَعْبُدُوْنَ کو لِیَعْرِفُوْنَ کی طرف لے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہر چیز شامل ہے۔ لیکن ہم اسے اصلی معنوں میں بھی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ عبادت کا جذبہ پیدا ہی تب ہوتا ہے، جب عرفان حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد تمام انبیاء کی دعوت ہمیشہ یہی رہی۔ قَالَ یَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنَ اللہِ غَیْرُہٗ (ترجمہ) نبی نے کہا اے قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ ایک نہیں، جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن حکیم

Marfat.com

کی سورہ اعراف آیۃ نمبر ۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵ اور سورہ ہود نمبر ۵۰، ۸۴ میں آتا ہے، سب کی یہی دعوت ہے۔ جہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً عبادت الٰہیہ ہی صراط مستقیم کا دوسرا نام ہے۔

## صوفیائے کرام

انبیاء کی تابعداری میں صوفیائے کرام بھی اسے صراط مستقیم گردانتے چلے آئے، اور ہمیشہ اپنی زندگیاں عبادت میں صرف کرتے چلے آئے۔ متقدمین علماء بھی اسی جذبہ سے معمور رہے۔ لیکن جب سے دنیا نے رنگ بدلا، دینی علم کے ساتھ دنیاوی علم ہم پلہ ہوگیا۔ بلکہ ایک گونہ دینی علم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت سے دینی علمیت میں بھی دنیاوی جذبہ پیدا ہوگیا، اور عبادت ایک عبث فعل خیال کیا جانے لگا۔ اگر کسی کے دل میں کچھ ہے بھی تو عبادت کو فرائض و سنن تک محدود کر دیا اور اس حدیث کو بھول گئے، جس میں ارشاد ہوتا ہے، کہ وہ میرا بندہ عبادت نفلیہ میں اس قدر منہمک ہوتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں۔ فرائض و سنن اپنی جگہ میں ادا کئے بغیر کسی کو چارہ نہیں لیکن جاں نثاری اور جاں سپاری اس وقت جھلکتی ہے، جبکہ انسان ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی پرستش میں مصروف رہنے لگتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہ مانا کہ یہ جذبہ بعض معاشرتی معاملات کو صحیح ادا کرنے کا مانع ہو جاتا ہے لیکن یہ تسلیم کرنے سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ یہ جذبہ عبودیت اَتَمّ اَکْمَلْ وَاَفْضَلْ ہے۔ اور عوام سے خواص میں داخل ہونے کا واحد ذریعہ ہے۔ عبادات کے ثمرات اسی عبودیت اور پرستش پر آتے ہیں، نہ کہ اس عبادت پر جو عوام و خواص پر فرض کی گئی ہے۔

دینی علمیت بندگی سے ہٹنے اور ہٹانے (باز نہ رہنے اور رکھنے) کے لئے اطاعت الٰہیہ کو اصل قرار دیتی ہے۔ مدارس دینیہ کو دیکھئے۔ عبادت الٰہیہ سے کتنی بےپرواہی نظر آتی ہے قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ پر اس قدر زور ہے کہ ہمہ تن

Marfat.com

مصروف ہیں اور اسی جذبہ علمیت میں رہنے کو ایمان خیال کیا جاتا ہے۔ ایمان تو میں کہہ رہا ہوں وہاں تو شغف علم ہے۔ اور بس۔

اب ہم ایک سورۃ الکافرون کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ

کافروں سے کہو (یا محمد ﷺ) جس کی تم پوجا کرتے ہو میں اس کو پوجتا نہیں اور نہ تم اس کی پوجا کرنے والے ہو جس کو میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں عبادت گذار ہو سکتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ میں جس کی عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت کر سکتے ہو (اس لئے) تمہارا دین الگ اور میرا دین الگ

دیکھئے عبادت الٰہیہ کو اصل قرار دے کر دین الگ الگ کر دیئے۔ اور بات بھی صاف ہو گئی کہ دین کی تمام عمارت صرف عبادت و پرستش پر موقوف ہے۔ جس کی عبادت ہو گی اسی کا دین ہو گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی پرستش کوئی کر رہا ہے تو وہ الٰہی دین کا تابع ہے اور جو بتوں یا کسی اور کی پوجا میں مصروف ہے تو اس کا دین وہی ہے، جس کی عبادت گذاری کی جا رہی ہے۔ خواہ اپنے نفس کی خواہشات کا احترام ہی کیوں نہ ہو؟ وہی خواہشات الٰہ اور خدا ہوں گی اور یہ پجاری پیٹ پجاری کہلائے گا۔ مقصود یہ ہے کہ کلام الٰہی کا کتنا بھی تتبع کیا جائے اور جستجو کی جائے۔ خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ اصل بنیاد مذہب صرف عبادت، پرستش اور پوجا ہے۔

ایسے حال میں جب کسی مذہب میں اس سے لاپرواہی کی جائے، اور اس کی ادائیگی کا اہتمام کامل نہ رہے تو اس مذہب کے نتائج گرتے جاتے ہیں۔ موجودہ وقت میں تمام مذاہب کے اندر عبودیت کا یہ پاک جذبہ بالکل کم بلکہ ختم ہونے کے برابر ہو

Marfat.com

چکا ہے۔ اور علمی دنیا تو عبادت کو تضیع اوقات خیال کرتی ہے۔ عبادت کا مغز جسے دعاء خیال کیا جاتا ہے، وہ مہمل خیال کر کے اسباب وذرائع پر مدار رکھا جارہا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا میں ذرائع واسباب نہیں اور ان کے بغیر کام چلتا ہے۔ بلکہ ذرائع واسباب کا بنیادی رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام مذہب کی بنیاد اس رشتہ سے وابستہ ہے۔ ایک مذہبی آدمی کو یہ روا نہیں کہ وہ اس سر رشتہ سے منکر ہوا۔ ایسی صورت میں وہ مذہبی انسان نہیں بلکہ لامذہب کہلاتا ہے لیکن یہاں عجب در عجب یہ ہے کہ باوجود تمام ایمان ذرائع واسباب پر ہونے کے یہ مذہبی حلقہ میں اپنے آپ کو تصور کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب اندر سے کھوکھلا ہو گیا ہے اور بالکل خالی ہو گیا۔ اصل عقیدت کا نام ونشان نہیں ایسی صورت میں مذہب کا وہ بنیادی مسئلہ کہ ارتقائے انسانی اپنی تکمیل پر پہنچ کر اخوت انسانی عام ہو یعنی فرقہ فرقہ، ملک، ملک کے حدود سے نکل کر ایک عام اخوت کا درجہ حاصل کرلے" کیسے ہو سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اب مذاہب میں اختلاف زیادہ ہو رہا ہے بلکہ ایک مذہب کے پیروکاروں میں اتنا اختلاف شدید پیدا ہو گیا ہے کہ قتل وقتال تک نوبت پہنچ رہی ہے اور ایک دوسرے کے دست وگریباں ہو رہے ہیں۔

لیکن جس نکتہ الٰہیہ کو ہم نے پیش کیا ہے کہ "صراط مستقیم صرف عبودیت الٰہیہ ہی ہے" اس صورت میں اختلاف کیسے رہ سکتا ہے، کیونکہ اس نکتہ اور اس مرکز پر تمام ادیان ومذاہب متفق ہیں، کہ سرچشمہ حیات صرف عبودیت ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ رسم ورسوم یا شرائع قانون کو وابستہ کیا جاتا ہے تو اصل نکتہ سے ہٹ کر دیگر فروعات کے جھگڑوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اختلاف در اختلاف پیدا ہو کر فرقہ بازی شروع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کو مٹانے کی کوشش ہوتی ہے۔

## اختلاف رحمت ہے

جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ لیکن اس وقت تک کہ "وحدت دین" کا

Marfat.com

تصور غالب رہے۔ لیکن وحدت پر جب اختلاف کی کثرت غالب آجائے، اور وحدت کا تصور گم ہو جائے تو پھر اختلاف زحمت ہی نہیں بن جاتا بلکہ مذہب کی موت ہے۔

حقیقتاً دین وہ وحدت ہے جس کے اندر بیشمار وحدتیں اور کثرتیں شامل ہوں اور ہر اختلاف کو وحدت برداشت کر سکے۔

یعنی دین اکمل وہ ہے جو اپنے پیروکاروں کو ہی اپنی وحدت میں منسلک نہ رکھے بلکہ دوسرے ادیان کے لئے بھی اس کے اندر ایک مناسب مقام ہو۔ جس سے دشمنی کی جگہ محبت پیدا ہو اور جسے محبت کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔ سب سے بڑی وحدت مذہبی دین اسلام ہے، جو ہر اختلاف فروعی کو برداشت کرنے کے قابل ہے۔ گو ہم فرقہ بازوں نے آج اسے اتنا تنگ کر دیا ہے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو کافر کہنے سے ذرا نہیں جھجکتا، بلکہ اسے عین حق خیال کرتا ہے۔ بانی مذہب نے جس اخلاق و محبت کا مظاہر فرمایا، اگر اس کا عشر عشیر بھی ان کے پیروکار دکھاتے، تو آج بفضلہ تعالیٰ اقوام عالم اس کے سایہ کے نیچے نظر آتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی فطرت اللہ وہ خود چاہتے ہیں۔ کیونکہ مذہب اور ادیان کی روح اس وقت قائم ہو سکتی ہے، کہ اختلاف کے ذریعے سے تقابل پیدا کیا جائے اور ایک دوسرے کی پہچان الگ الگ ہو سکے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قرآن حکیم کے یہ الفاظ سورہ فاتحہ کے ہیں جو پنجوقتی نمازوں کی ہر رکعت میں دہرانے کا حکم وجوبی رکھتے ہیں اور ہر نمازی رات دن میں کئی بار حضور بارگاہ الٰہیہ میں اپنی التجا پیش کرنے کے لئے بطور وسیلہ یہ الفاظ دہراتا ہے۔

"کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"

پہلے تو یہ ملاحظہ ہو کہ جماعتی صورت میں جمع متکلم سے عرض گزاری جارہی ہے اور انفرادیت جماعت میں ختم کی جارہی ہے، جس سے مقصود تمام انسانیت کی طرف سے پیش کئے جانے کی طلب و دعا کا وسیلہ پیش کیا جارہا ہے۔

پھر استعانت سے پہلے عبادت گذاری پیش کی جارہی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ

Marfat.com

استعانت کا دروازہ بھی اسی کے ذریعہ کھلتا ہے۔ جب کوئی کسی کی پرستش اور عبادت گزاری میں مصروف ہوتا ہے، تو پھر وہ اپنے استحقاق کے طور پر استعانت۔ مدد و نصرت بھی اس میں طلب کرتا ہے۔

پھر دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کے اندر کوئی شریک نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ظاہراً نہ باطناً۔ بلکہ کسی صورت میں بھی کوئی کسی کو شریک کرے گا، تو وہ مشرک کہلائے گا۔ خواہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بنی یا مرسل ہی کیوں نہ ہو۔ چہ جائے کہ ولی کا ذکر ہو۔ اس کے بعد استعانت کا مرکز بھی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ لیکن یہ صرف باطن تک محدود ہے۔ ظاہراً ہم ہر چیز سے استعانت کے لئے فطرتاً مجبور ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ گو یہ بھی باطنی استعانت ہے۔ لیکن ایک گونہ ظاہر کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیاوی امور میں جتنی نظر دوڑائی جائے۔ تمام امور اجتماعی اور انفرادی ایک دوسرے کی استعانت سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جو درجہ عبادت کو قربِ الٰہیہ میں ہے، وہ درجہ استعانت کو نہیں۔

تیسرے درجہ پر اطاعت الٰہیہ ہے، لیکن اس کو وہ درجہ تقرب حاصل نہیں جو عبادت واستعانت کو حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ دیکھئے یہاں اطاعت کے اندر رسول اور ولوالامر خود شامل فرمائے گئے ہیں۔ گو یہ اطاعت ایک ہے۔ رسول اللہ اور اولوالامر کی اطاعت الگ نہیں لیکن صورتاً تو الگ ہے۔ لیکن عبادت میں صورتی کثرت کو شرک قرار دیا گیا۔ نہ تو رسول کی عبادت کر سکتے ہیں، نہ اولوالامر کو عبادت میں شریک گردان سکتے ہیں جس سے کھلے طور پر پتہ چلتا ہے، کہ جو درجہ قرب الٰہیہ میں عبادت کو حاصل ہے، وہ کسی دوسری صفت عبودیت کو حاصل نہیں۔ اس لئے اس کے بارے حکم ہوتا ہے۔ اَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ میری عبادت کرو، یہی راستہ سیدھا ہے۔ اس کے بعد سوال کا ذکر

Marfat.com

ہے اور سائل دعا کے لئے عرض کرتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مجھے سیدھی راہ دکھا۔ کونسی سیدھی راہ؟ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ان کی راہ جن پر تو نے اپنے انعام فرمائے۔ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ

## ایک سوال کا جواب

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خود بندہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کہہ کر عبادت اور استعانت کو اپنا وسیلہ بنا رہا ہے تو پھر کیونکر "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم" سے مراد وہی عبادت لی جائے جس کو بندہ خود اپنا وسیلہ بنا کر دعا کر رہا ہے۔ لیکن یہ سوال سطحی ہے۔ انسان جب کسی حقیقت پر چل رہا ہوتا ہے، اور اس کو عین حقیقت خیال کرتا ہے، تو اس حقیقت کے زیادہ روشن اور واضح ہونے کا طالب ہوتا ہے۔ یہی حال یہاں ہے۔ جیسے اگر کوئی آدمی کسی راستہ پر چل رہا ہو، اور وہ اپنے خیال میں صحیح بھی سمجھتا ہو، تو پھر بھی مسافر کے اندر صحیح راستہ کی طلب ہوتی ہے کہ کہیں بھٹک نہ جاؤں اور ہر قدم پر راہ صحیح کے لئے دل میں طلب و دعا کرتا چلا جاتا ہے۔ بعینہ اسی فطرتی طریقہ کی تعلیم الحمد شریف میں دی گئی ہے۔ اور یہ کتنی عمدہ طلب ہے۔ ہر فرقہ کے پیرو اپنے طریقہ ہائے عبادت اور مناسک کو حق جانتے ہیں اور مزید طلب کرتے رہتے ہیں اور یہ ہر فرقہ کے لئے عین ثواب و حقیقت ہے۔ یہ وہی طلب فطرتی ہے، کہ اگر ظاہریت کو چھوڑ دیا جائے۔ تو کسی فرقہ کا کسی فرقہ سے الجھاؤ پیدا نہیں ہوتا۔ بچپن میں بھی یہ سوال سنتے تھے کہ ہر فرقہ کا آدمی جب راہ حق کی طلب کرتا ہے تو اس سے اس کی کیا مراد ہے؟ حالانکہ وہ دوسرے کے نزدیک گمراہ ہے اور وہ لوگ صراط مستقیم سے مراد اپنے مذہبی فرقہ کی خاص روش لیتے ہیں اور اسی خیال میں مدہوش رہتے ہیں تو پھر اس طلب سے کیا فائدہ لیکن آج ہم اس حقیقت سے آشنا ہو گئے ہیں کہ ہزاروں اختلافات کے باوجود اصل حقیقت ایک ہے۔ وہ سر نیاز بارگاہ الٰہی میں جھکانا ہے خواہ وہ کسی طریقہ اور روش پر ہو۔ فرماتے ہیں۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ

Marfat.com

وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہاں! جس نے اس کی ذات کے سامنے منہ (سر) جھکایا، اور وہ احسان کنندہ بھی ہے تو اللہ کے ہاں اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ ایسے لوگوں پر نہ خوف وارد ہو گا، اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ ترجمان القرآن میں مولانا آزاد نے اس پر بہت لکھا ہے تفصیل وہاں دیکھی جائے۔ اور اس پر بعض کم علم آدمیوں نے اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ پھر اسلام کی حقیقت کیا ہوئی اور دعوت اسلام سے کیا مقصد ہو گا۔ لیکن یہ غلط ہے کہ اس سے اسلام کے بلند مقاصد اور بلند حقیقت سے انکار کیا جائے۔ جہاں اسلام کے اندر ''اَسْلَمَ وَجْهَهٗ'' کی حقیقت بھی باقی ادیان سے بلند ہے، وہاں اس کی صورت بھی تمام مذاہب کی صورت سے اعلیٰ وارفع اور خوبصورت ہے۔

مکانیت کی حقیقت ایک ہوتی ہے۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ ہر مکان اپنے اندر الگ صورت وسیرت کا نقشہ رکھتا ہے، اور صورت وسیرت سے ممتاز ہوتا چلا جاتا ہے۔ تمام مذاہب توحید کی جڑ ایک ہے۔ لیکن ان کی نشوونما اور صورت وسیرت میں بڑا فرق ہے۔ آپ یہ نہیں دیکھتے کہ آم کی جنس ایک ہے اور اس کی صورت نوعی بھی ایک ہے لیکن شخصی تعین سے صورت وسیرت میں بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ ایک قسم کا آم چار آنے سیر بکتا ہے لیکن اچھا آم چار روپے فی سیر رکھنے نہیں پاتا۔

کسی زمانے میں آلو بخارا جب ہمارے ہاں آتا تھا، تو باریک اور گھٹیا ہوتا تھا۔ لیکن ماہرین نے اس پر توجہ کی۔ وزن میں دگنا ہو گیا، رنگ میں خوبصورتی آگئی، اور مٹھاس اور شیرینی کا وہ لطف پیدا ہو گیا، کہ کھانے والا قلبی فرحت پاتا ہے، حالانکہ وہی آلو بخارا ہے جو کبھی منہ میں ڈال کر پھینک دیتے تھے۔ بہر صورت اسلام کی خوبیاں اور اس کے حقائق بلند اتنے واضح اور روشن ہیں کہ دوسرے مذاہب کی صورت وسیرت پر نظر نہیں اٹھتی جہاں جن لوگوں کو مذہب سے واسطہ نہیں، مذہب کا علم نہیں۔ مذہب سے تقابل نہیں، پھر خاص کر عملی زندگی نہ اپنے اندر پیدا ہوئی، نہ اس شخص کو دیکھا۔

Marfat.com

جس کی زندگی عملاً اسلام ہے، ایسے حال میں کوئی مذاہب پر قلم پھیر دے یا خاص کر مذہب اسلام کی اہمیت نہ جانے تو قصور کس کا؟ اسلام کا یا اس کے ذہن نادان کا؟ کہ نے دیکھا کچھ نہیں سنا کچھ نہیں اور اٹکل پچو خود لڑ رہے ہیں، اور بس۔

امید ہے ہمارے اشارات کی بنیاد، اس کی تشریح قارئین کرام اپنے ذہن میں نقش کر سکیں گے۔

## مقصد تحریر

یہ سب کچھ اس لئے لکھا گیا ہے کہ مذہب کی فطرت میں محبت و اتحاد و اتفاق ہے نہ کہ نفرت و انتشار۔ یہ الگ بات ہے کہ مذاہب کے پیروکار اپنے ذاتی تشخص تعین کی وجہ سے افتراق و انتشار میں آگئے ہیں اور اپنے مذہب کے سوا دوسرے مذاہب کو مذاہب باطلہ قرار دے کر انسانیت میں افتراق پیدا کر رہے ہیں۔ ہر مذہب کا مطالعہ کیا جائے۔ بنیاد اُوہ محبت کی اصل پر ہے، اخوت، مساوات، اتحاد و اتفاق پر ہے۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو آج ایک مذہب بھی دنیا میں نہ ہوتا۔ خود غور فرمایا جائے۔ یہ جتھہ بندی کی بنیاد محبت پر ہے۔ یا کہ بغض و عناد پر۔ آج پیروان مذہب اگر اصل بنیاد پر اتر آئیں۔ تو دنیا میں ایک ایسی عالمگیر اخوت پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ جغرافیائی حدود سے نکل کر ایک عام مسلم قومیت پیدا ہو جائے۔ جس کا نقطہ نگاہ ایک اور صرف ایک ہو۔ ان لاَ تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰہَ کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا مت کرو۔ اور یہ جماعت توحیدی دنیا کے ہر کونے پر غالب ہو سکتی ہے اور ہر کونے میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صدا گونج سکتی ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ تمام مذاہب تو الگ رہے، صرف مذہب اسلام کے پیروکار بھی ہر جگہ دست و گریبان نظر آتے ہیں۔ اور ہر فرقہ اسلام دوسرے فرقوں کو کافر گردانتا ہے اور گردن زدنی قرار دیتا ہے اور وہ رشتہ اخوت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہر جگہ ٹوٹا نظر آتا ہے۔

"اختلاف رحمت ہے۔ اگر رشتہ توحید مذہب کے اندر قائم ہو۔ لیکن اگر اختلاف اس رشتہ رحمت کو اپنی اختلافی بے بصیرتی کی وجہ سے توڑ دے اور نابود کر دے۔ تو یہ

Marfat.com

اختلاف رحمت نہیں رہتا۔بلکہ امت کے لئے زحمت بن جاتا ہے۔

اختلاف کثرت کی فطرت ہے۔ جیسے دین فطرت کی توحید وحدت ذاتیہ کی فطرت ہے توحید کی وحدت تمام انسانیت کو اختلاف کے باوجود ایک رشتہ وحدت میں لاسکنے کی ذمہ دار ہے۔اگر توحیدی رشتہ کمزور ہو جائے تو اختلاف سر نکالتا ہے اور رشتہ وحدت کو توڑ دیتا ہے۔ موجودہ وقت میں توحید جذباتی نہیں، صرف لسانی ہے جس کی وجہ سے توحید اپنے اثرات اور نتائج مکمل پیدا نہیں کر رہی ہے اور دن بدن افتراق وانتشار ہر مذہب کے پیروکاروں میں زیادہ سے زیادہ ہو رہا ہے،اور وحدت دین کا تصور ختم ہو رہا ہے۔بلکہ جماعتیں فردیت میں ختم ہو رہی ہیں،اور ہر فرد اپنا الگ مسلک رکھتا ہے اور اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے اور جماعتی مسلک سے بے نیاز ہے،اور اسی کو بچوں کی طرح فطرتی آزادی خیال کرتا ہے۔اور جوں جوں دنیاوی وسائل زیادہ ہو رہے ہیں اور ذاتی اغراض بڑھ رہے ہیں توں توں انفردیت کا جذبہ بلند ہو رہا ہے۔ حالانکہ مشاہدہ میں آج کی دنیا میں یہ چیز عام ہو رہی ہے، کہ موجودہ وقت میں جمعیت واجتماعیت کے بغیر کوئی کام کرنا ممکن نہیں۔اور ہر منصوبہ کے لئے صرف ایک جماعت نہیں۔ بلکہ ملکوں اور قوموں کے اندر اتحاد واتفاق پیدا کر کے منصوبے بنائے جاتے ہیں تو کیا دیں کے بارے اس اتحاد واتفاق کی ضرورت نہیں ؟ ضرور ہے۔لیکن مذہب ایک غیر ضروری چیز خیال کیا جاتا ہے۔اور اس کے اندر انتشار کو مذہبیت کی فطرت قرار دیا جاتا ہے۔اللہ اکبر ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بتر کستان است

(ترجمہ)اے عرب کے مسافر! تو کعبہ نہیں پہنچ سکے گا۔جو راستہ تو چل رہا ہے وہ تو ترکستان جارہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج مذہبیت کا جسم اور اس کی جان پارہ پارہ ہو کر غبار ہو رہی

Marfat.com

ہے۔ اور مذہبیت سے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ ورنہ مذہبیت ایک ایسی اجتماعیت ہے جو مسلسل زمانے کے ساتھ چلتے ہوئے کبھی اپنی فطرت میں نابود ہونے کو تیار نہیں اور اعلیٰ اخلاق کی ذمہ دار ہے۔

## مذہبی تبلیغ

آج پراپیگنڈا کے ذریعہ حق کو باطل اور باطل کو حق بنانا تبلیغ خیال کیا جاتا ہے اور ہر حقیقت پر پانی پھیرنا حقیقت پسندی خیال کیا جاتا ہے لیکن مذہبی تبلیغ اس کے بر خلاف سراسر جذبات سے معمور ہوتی ہے۔ جب صاحب مذہب کے جذبات پختہ ہو کر جسم و جان سے ابھر کر زبان و چشم پر آتے ہیں تو وہ خود مجسم تبلیغ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، آنکھ ہی سارا کام کر جاتی ہے اور دل میں نشتر سا بیٹھ جاتا ہے جس کی خلش پریشان کن نہیں۔ آرام دہ ہوتی ہے۔ جیسے محبوب کی آنکھ کی خلش جب دل پر واقع ہوتی ہے تو خلش کے دور کرنے کا تدارک نہیں ہوتا۔ بلکہ اس خلش کو ناسور بنانے کی محبت ہوتی ہے۔ ایسے ہی صاحب مذہب کے حسب حال وافعال جب جذبات توحیدیہ کا اثر آجاتا ہے، تو ہر عمل و فعل مبلغ ہو جاتا ہے۔ صاحب مذہب کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح شمع پر پروانے گرتے ہیں، اسی طرح اس شمع توحید پر قربان ہونے والے پروانے ادھر ادھر سے گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے سرمستوں کا ایک جم غفیر بن جاتا ہے اور خلقت تمام دیکھنے کے لئے نہیں بلکہ اس سوزوساز پر قربان ہونے کے لئے بیتاب نظر آتی ہے ایسی صورت میں ہر فعل اور ہر عمل ایک محرک اور مبلغِ مذہب ہوتا ہے۔ اور ایک طاقت صاحب مذہب کے اندر اپنے عقیدہ یعنی عقیدۂ توحیدی کے مطابق چلتی پھرتی ہے۔ لیکن مذہب کی تبلیغ نہیں ہوتی۔ بلکہ محبت بھرے جام چھلکتے نظر آتے ہیں اور ایسے بول منہ سے نکلتے ہیں جو دل کے اندر بیٹھ جاتے ہیں۔ غرض اس تبلیغ کے اندر زیادہ محبت و سوز ہوتا ہے۔

Marfat.com

جس آیت سے ہم نے مضمون شروع کیا۔ دیکھئے کتنے پیار سے کہا جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ

دیکھو مجھے اللہ تمہارا اور میرا رب ہے۔

تو اسی کی عبادت کرو۔ کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے۔ غور فرمایئے۔ مخاطبین کو سب سے پہلے اپنی سطح پر لائے۔ اور اپنے عقیدہ میں انہیں مشترک قرار دیا۔ پھر اس کے بعد کتنے پیارے الفاظ میں کہا فاعبدوہ پس تم اسی کی عبادت کرو۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ھٰذا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یہی راہ سیدھی ہے۔ غور فرمایئے! یہ الفاظ "صراط مستقیم" کتنے حقیقت نما اور حقیقت پسندانہ ہیں۔ کیسی بھی طبیعت ہو، اس آیت کے سننے کے بعد طبیعت کے اندر ہیجان نہیں، بلکہ ایک قسم کا سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ طبیعت خود بخود فطرت کی آواز پر لبیک کہتی ہے اور مخاطب دل و جان سے جھک جاتا ہے۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ

ایک ایسی بات پر لپک جاؤ۔ جو ہمارے تمہارے درمیان مسلمہ ہے۔

وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ یہ کلمات سننے کے بعد مخاطب خود بخود تسلیم پر آجاتا ہے۔ غرض مخاطبین کے سامنے جب آمنا سامنا ہو جاتا ہے تو حکم ہوتا ہے۔

قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْ تُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ

کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ) اے کافرو جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں عبادت نہیں کرتا اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کی تم عبادت

Marfat.com

کرتے ہو میں اس کا عبادت گزار نہیں ہو سکتا اور نہ تم اس کی عبادت کر سکتے ہو جس کی میں کرتا ہوں۔ اس لئے تمہارا دین الگ میرا دین الگ۔

دیکھئے! کس طرح اور کس ملائمت سے اپنے دین کو پیش کیا گیا ہے اور کس خوبصورتی سے ان کے دین سے اپنی براءت ظاہر کی گئی ہے۔

غرض قرآن حکیم کا تتبع کیا جاوے اور دیکھا جائے کہ قرآن میں تبلیغی طریقہ جو اختیار کیا گیا ہے، وہ محبت واخلاص کا ہے نہ کہ تو تو اور میں میں کا۔ صوفیائے کرام کا یہی طریقہ چلا آتا ہے۔ وہ محبت بھرے الفاظ سے دین کی دعوت دیتے ہیں اور مخاطب کو تو تو میں میں تک آنے کی نوبت نہیں دیتے۔ بلکہ مخاطب فطرتاً متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اسوۂ حسنہ کے مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ نبوت میں اخلاق فاضلہ میں سب سے بڑھ کر محبت کا رنگ غالب ہے۔ اور دشمن پر بھی نظر محبت ہی رہی ہے اور نظر سے ہی دلوں کو پاک صاف بنایا گیا۔ اور توحید کے سرشار جام نظر سے ہی پلائے گئے۔ یہی حال اہل طریقت کا ہے۔ عوام خیال کرتے ہیں، کہ یہ فقرا تبلیغ نہیں کرتے اور منبروں کی زینت ہو کر کسی کو برا بھلا نہیں کہتے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے کہ منبر نے زیادہ کام کیا یا حجرے نے زیادہ تبلیغی اثر پیدا کیا ہے۔ جو حجرے میں گیا پھر باہوش ہو کر آیا بخلاف اہل منبر کے۔ وعظ میں سینکڑوں ہوتے ہیں۔ مگر کسی ایک کے دل میں کچھ پیدا ہو جائے تو غنیمت ہے۔ خطاب[1] عام ہوتا ہے اور فائدہ خاص۔ لیکن صوفیائے کرام میں خطاب خاص لیکن فائدہ عام۔ جس سے بات ہوئی پھر وہ محروم واپس نہیں گیا۔

---

[1] یعنی مجمع عام کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اکا دکا متاثر ہوتا ہے۔ بخلاف صوفیاء کے کہ وہ اکے دکے کو خطاب کرتے ہیں لیکن اکثر مخاطب متاثر ہوتے ہیں۔ اور پھر جو متاثر ہوتے ہیں وہ مجسم تاثیر بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

## واحد دین کا دوسرا تصور

اب ہم وحدت دین کا دوسرا تصور قرآنی الفاظ میں پیش کرتے ہیں جس کے معنی پہلے ذکر کیے گئے ہیں۔ یعنی ایک تو بندگی ہے اور دوسرے وہ احکام ہیں، جو تمام ادیان و مذاہب میں متفقہ طور پر واجب التسلیم ہیں۔ ہر مذہب والے ان کے کرنے اور نہ کرنے کے لئے اپنے اپنے مذہب میں حکم پاتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّاتُشْرِكُوْ ابِهٖ شَيْئاً وِ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوالْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَمِنْهَا وَمَابَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُواالْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلوكَانَ ذَاقُرْبٰى وَبِعَهْدِاللّٰهِ اَوْفُوْا ذالِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ٥ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذَالِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ٥

ترجمہ: ”کہو کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دی ہیں (ان کی نسبت اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا، اور ماں باپ سے (بد سلوکی نہ کرنا)۔ بلکہ حسن سلوک کرتے رہنا اور ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔

کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام

Marfat.com

ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے، قتل نہ کرنا۔ مگر جائز طور پر یعنی جس کا شریعت حکم دے۔ ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا۔ مگر ایسے طریقے سے کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔

ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب (کسی کی نسبت کوئی بات کہو۔ تو انصاف سے کہو گو وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی ہو اور خدا کے حکم کو پورا کرو۔ ان باتوں کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے، تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے۔ تم اسی پر چلنا اور راستوں پر نہ چلنا (کہ ان پر چل کر) خدا کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم پرہیز گار ہو۔

یہ نو احکام ہیں۔ پانچ مناہی کے اور چار اوامر کے یعنی چار حکم کرنے کے لئے اور پانچ حکم ہیں بچنے کے لئے۔ چار مناہی کے حکم یہ ہیں۔

۱۔ شرک نہ کرو۔

۲۔ اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو۔

۳۔ ظاہر و باطن برائیوں سے بچو۔

۴۔ کسی آدمی کو ناجائز قتل نہ کرو۔

۵۔ یتیم کا مال نہ کھاؤ

Marfat.com

# کرنے کے احکام

۱۔ ماں باپ سے احسان کرو۔

۲۔ وزن برابر رکھو۔(پورا تولو)

۳۔ انصاف کرو یعنی حق بات کہو۔

۴۔ اللہ کا عہد پورا کرو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں ۔ذَالِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ٥ تمہارے سمجھانے کے لئے وہ بیان فرمایا ہے۔ پھر ایک نہی کا حکم اور تین امر ہیں۔

پھر فرماتے ہیں ذَالِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ٥ یہ اس لئے بیان کیے جاتے ہیں کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

ان احکام واوامر کے بعد فرماتے ہیں(۱) وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ اس پر چلو(۲) وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ الگ الگ راستوں پر نہ چلو۔ کیوں؟ اس لئے کہ الگ الگ چلنے سے اس کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ یہ بیان ان کے لئے اس(ذات حقہ) نے حکم دیا تاکہ تم پرہیزگار بنو اور متقی ہو جاؤ۔

متقی کون ہوتا ہے۔ جو اوامر الٰہی کو بجالائے، مناہی الٰہیہ سے بچے۔ غرض یہ اوامر و مناہی جن کا ذکر کیا گیا، عام مذاہب کے اندر متفق ہیں اور یہ ہی خدائی صراط مستقیم ہے اور مذہب کا بنیادی نتیجہ ان اوامر و نواہی پر ہے۔ بنیاد کیا تھی؟ وہی فَاعْبُدُوْهُ جو اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ کے ساتھ وابستہ تھی۔ اس عبادت و بندگی کے بعد یہ اوامر و مناہی اصل روح مذہب ہیں۔ ہر مذہب اور ہر دین اس کی تائید کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض وہ چیزیں جو فطرت انسانی کے تصرفات ہیں اور جن کی وجہ سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے، اور وہی مختلف راہیں پیدا ہونے کا باعث بنتے ہیں اور لوگ اصل راہ دین متین

Marfat.com

سے توجہ ہٹا کر دوسرے غیر ضروری امور پر توجہ کر کے عظیم شاہراہ الٰہیہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اس وقت اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ اوامر و نواہی کے احکام کیوں تھے؟۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ یہ پرہیزگاری حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ لیکن زائد امور جو خود ساختہ و پرداختہ ہیں وہ پرہیزگاری نہیں پیدا کرتے بلکہ تفرقہ و انتشار پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے اتقاء و پرہیزگاری تو کجا۔ الٹا رہی سہی انسانیت کو بھی گرا دیتے ہیں۔ اب ذرا عام مذاہب و ادیان پر توجہ کی جائے۔ کیا مذاہب و ادیان کی جان، یہی امور نہیں جن کا ذکر کیا گیا۔ لیکن جب توجہ زوائد اور رسوم پر ہو جاتی ہے، تو مرکز دین سے توجہ ہٹ کر فروع پر جا گرتی ہے۔ جس کا نتیجہ فطرتاً یہی ہوتا ہے کہ ایک فرع (شاخ) دوسری فرع کے مقابل ہو جاتی ہے، چونکہ ایک دوسرے سے متغائر (مختلف) اور متمیز ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے الگ صورت رکھتی ہیں گو پتے پھل ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اپنی شاخ پر بیٹھنے والے دوسری شاخ پر بیٹھنے والے کو اپنا مقابل خیال کر کے اتحاد و یکجہتی سے ہٹ کر اختلاف و انتشار کی داد دیتے ہیں اور وحدت اصل (تنا) کو بھول جاتے ہیں اور زندگی کا واحد سہارا (ذات اقدس اور اس کی عبادت اور اس کے احکام) بھول جاتے ہیں۔ آپ اگر کہیں کہ کہاں بھولتے ہیں؟ تو آپ ہر فرقہ و ہر مذہب کو کامل غور سے مطالعہ فرماویں۔ جتنا زور فروعات پر ہے، اصل پر اس کا نصف نہیں بلکہ چوتھا حصہ بھی توجہ نہیں ہوتی ہے اور اختلاف کو اپنے فرقہ کی حیات خیال کرتے ہیں، فروعات کو ہی اصل مذہب خیال کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے دین یا مذہب ترقی کرنے کی بجائے الٹا محدودیت میں آ کر اپنی وسعت لامتناہی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ ورنہ خدائے لامحدود کا مذہب بھی لامحدود ہونا چاہیے، اور ہر فطرت انسانی کے لئے اس کے اندر مقام ہونا چاہیے۔

وہی دین کامل و اکمل ہے، جو ہر کثرت کو اپنے اندر سمونے کی قوت و وسعت رکھتا ہو، اور ہر آنے والے کے لئے دروازہ کھلا رکھتا ہو، اور ہر داخل ہونے والے کے

Marfat.com

لئے محبت واخلاق کا بچھونا بچھائے ہوئے ہو۔

آپ غالباً ہماری تحریر سے مذہبی تفرقہ کی وجہ سمجھ گئے ہوں گے اور قرآنی الفاظ سے وحدت دین میں صورت یکساں ہوں گے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰا کُمْ مِنْ ذَکَرٍوَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰا کُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

(لوگو) پہلے مرد عورت پیدا کیے اور ان کے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ پہچانے جائیں۔ لیکن اللہ کے نزدیک تو تمہارا متقی ہونا ہی زیادہ قابل عزت ہے۔

دیکھئے قبائل و قومیں، تو شناخت اور تمیز کے لئے بنائی گئیں۔ لیکن اصل مقصود اور پسندیدہ باوقار انسان تو اللہ کے ہاں وہی ہے، جو پرہیز گار صالح ہو۔ غرض صالحیت اور پرہیزگاری کے اصول ہی صراط مستقیم ہیں۔ لیکن یہاں کیا ہے، اصل دین کو چھوڑ کر یہودیت و عیسائیت کے پرچار ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّ وَقَالَتِ النَّصَارٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰب

یہود نصاری کو کہتے، تمہارے پاس کچھ نہیں اور نصاری یہود کو کہتے تمہارے پاس کچھ نہیں۔ حالانکہ دونوں کتاب الٰہی پڑھتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اصل دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں اگر اصل پر دونوں اہل مذہب ہوتے تو کبھی یہ نہ کہتے بلکہ ایک ہوتے......

اسلام حقیقت دین کا نام ہے جو یہودیت و عیسائیت سے بالا ہو کر سراسر دین ہے۔ اس لئے دونوں کو تسلیم کرتا ہے اور متفقہ راہ پیش کرتا ہے اور صراط مستقیم حقیقی کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن یہاں کیا ہوا؟ جب عہد رسالت کو کچھ زمانہ گذرا تو اس کے اندر بھی زوائد پر زور ہو گیا اور اصل کی طرف توجہ کم ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر آدمی الگ مذہب رکھتا ہے اور ہر مسلمان کا الگ خیال ہے۔ حتی کہ بعض تو اتنے دور چلے گئے

Marfat.com

کہ قرون اولیٰ کا ذہن ہی نہ رہا، بلکہ موجودہ ذہنیت اسلام پر چھا گئی ہے اور بے دینی کے اصولوں کو دین کے اصول خیال کیا جاتا ہے۔ بربادی دین کو دینداری خیال کیا جاتا ہے اور دنیاداری کو دین قرار دیا جاتا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ فرقہ وارانہ تصور ذہنی چھوڑ دیں یا رسم و رسوم فرقہ چھوڑ دیں، بلکہ ہم یہ عرض کریں گے کہ اس فرقہ وارانہ تصور کیلئے مجادلے نہ کئے جائیں، اس کے لئے مناظرے نہ کیے جاویں اپنی بالادستی کے لئے اصل حیات مذہب کو واگذار نہ کیا جائے اور کسی قیمت پر اصول دین (جن کو بیان کر دیا گیا) ہاتھ سے نہ جانے دیئے جائیں۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے، تفرقہ کے لئے اور صرف تفرقہ کے لئے ہو رہا ہے، اصل دین کی موت جس سے ہو رہی ہے۔ تصور ذات اقدس اور اس کے احکامات صریحہ پر کوئی توجہ نہیں، اور نہ ہی کسی کو متقی بننے بنانے کا شوق ہے۔ اگر کسی فرقہ میں کچھ پایا جاتا ہے تو وہ طریقت ہی ہے یا تصوف، جس کو آج بدنام کیا جارہا اور جس کی لئے علمی دنیا سر دھڑ کی ٹکر لے رہی ہے۔ شائد آپ کو خیال ہو کہ پھر کس طرح فرقے اپنی اپنی جگہ زندہ رہ سکتے ہیں، جب کہ ان کا پرچار خصوصی بند ہو جائے۔ لیکن میرے نزدیک اصل پرچار کا ذریعہ زبان نہیں ہوتا، بلکہ عمل و اتقاء ہوتا ہے۔ ایک قانون یا اصول جس کے اندر حیات ابدی بول رہی ہو۔ وہ اپنے ظاہر و باطن کی زیادہ تبلیغ کر رہا ہوتا ہے اور اس کے پیروکار اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ کسی دلیل سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ جو وہاں جاتا ہے، وہ خود متاثر ہو کر نکلتا ہے، خواہ وہ بے راہ روی ہی کیوں نہ ہو۔

سنا ہے کہ کیسر شاہ رحمۃ اللہ علیہ[1] ایک صاحب جو صوم صلوٰۃ کے سخت پابند تھے اور آلو مہار شریف والے شاہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ وزیر آباد کے تحصیلدار تھے اور وزیر آباد کے انتظام کے لئے خود پھرا کرتے تھے۔ ان کو معلوم ہوا

---

[1] ایک مست حال فقیر وزیر آباد رہا کرتے تھے۔

Marfat.com

جو حال مست فقیر وزیر آباد رہا کرتے تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند نہ تھے۔ یعنی کیسر شاہ صاحب روزہ نہیں رکھتے۔ وہ کیسر شاہ کے پاس گئے اور کہا کہ شاہ جی روزہ رکھا کرو۔ کہا مجھ سے تو روزہ رکھا نہیں جاتا۔ چنانچہ دوبارہ سہ بارہ کہا اور وہی جواب ملا۔ گھر آئے، تو طبیعت بدل گئی۔ نماز کا وقت آیا، تو نماز کی طرف توجہ ہی نہ اٹھی۔ ایک نماز گئی۔ دوسری گئی۔ غرض دوسرے دن روزہ کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہوئی جب کوئی چارہ نہ رہا۔ لادینی، بے دینی سامنے آگئی، تو فوراً ایک آدمی کو عریضہ دے کر آلو مہار بھیج دیا اور حضرت کی خدمت میں اپنا واقعہ لکھا۔ جس کے جواب میں شاہ صاحب نے لکھا کہ میں وزیر آباد آجاؤں گا اور فلاں مسجد میں ہوں گا، آپ بھی آجاویں اور صبح کی نماز میرے پیچھے پڑھیں۔ چنانچہ شاہ صاحب تشریف لائے اور تحصیلدار صاحب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کافی وقت تک شاہ صاحب مراقبہ میں رہے اور جب سر اٹھایا، تو شاہ صاحب نے تحصیلدار پر نظر دوڑائی۔ نظر کا پڑنا تھا، کہ طبیعت بحال ہو گئی اور وہی دینداری واپس آگئی۔ شاہ صاحب سے عرض کیا گیا کہ کیا معاملہ ہے، فرمایا ایسے لوگوں کے پاس مت جایا کرو، کیونکہ ان کا حال سامنے آنے والے کو دامن گیر ہو جاتا ہے اور پھر وہ دامن نہیں چھوڑتا۔

دیکھئے ایک حال نے کیا کچھ کیا اور پھر دوسرے حال کی ایک نگاہ نے فوری حال اپنا پیدا کر دیا۔ غرض تبلیغ کا صحیح طریقہ حال ہے اور وہ کسی طرح اور کبھی بھی ناکام نہیں ہوا۔

## بے دین طریقت کا حربہ

بے دین طریقت کا تبلیغی حربہ یہ ہی حال ہے ورنہ ان کے پاس کوئی دلیل عقلی و نقلی نہیں۔ لیکن آپ دیکھتے نہیں کہ کتنے گھر اس طریقت بے دین نے تباہ کئے اور کتنے انسان ناقص ہو گئے۔

Marfat.com

حال کیا ہے ؟

تغیر باطنی کا نام ہے، جس کے اندر تیقن ہی تیقن ہو اور غیر متزلزل عقیدہ پیدا ہو چکا ہو اور بیرونی ماحول سے آزاد ہو چکا ہو اور اپنے زعم و گمان کو صحیح در صحیح بلکہ عین حقیقت خیال کرتا ہو۔ بلکہ ایک گونہ تسلی پیدا ہو گئی ہو اور اس تسلی کے اندر زندگی بسر ہو رہی ہو۔

## دیندار علمیت اور دیندار طریقت

دیندار علمیت اور دین دار طریقت کی خدمت میں کئی بار موقع بہ موقع عرض کیا گیا کہ کیوں ہماری طریقت اور علمیت (مولویت) اس قدر اپنے عقیدہ یا معتقدات میں یقین پیدا نہیں کرتی کہ عقیدہ یا معتقدات خود بخود دل سے نکل کر ہاتھ پاؤں اور آنکھوں میں آجاویں اور جو کچھ زبان پر آئے، وہ حق الیقین ثابت ہو کر دلوں کو متاثر کرے۔ تاکہ راہ ہدایت سامنے آجاوے اور ہر دیکھنے والے کے لئے پس و پیش کا کوئی چارہ نہ رہے۔ لیکن ہمیشہ کمزوری کا جواب دیتے ہیں "بے چارہ جاہلوں سے کیا واسطہ" حالانکہ ان جاہلوں نے کتنے عقلمندوں اور علم والوں کو اپنے جال میں ایسا پھنسایا ہے کہ وہ کسی کی بات سن نہیں سکتے۔

جہاں تک خیال ہے، علمیت میں یقین کم ہے اور شک زیادہ۔ جوں جوں علم کی طرف بڑھا جاتا ہے دلائل اعتراض و شکوک بڑھتے جاتے ہیں۔ گو ظاہراً ایک طریقہ صراط مستقیم نظر آتا ہے، لیکن خود صراط مستقیم پر قائم نہیں ہوتا ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ دیندار طریقت بے دین طریقت پر غالب نہ آجاوے۔ مرشدم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں دیکھتے کہ مولویانہ صورت میں جلوہ گر ہو کر تمام بے دین طریقتوں پر پانی پھیر گئے اور وہ کر کے دکھلا گئے، جو ایک مست و مجذوبِ خدا سے نہیں ہو سکتا۔ لیکن قربان جاؤں، جب منبر پر تشریف لے جاتے، یہ فرماتے سنائی دیتے تھے کہ ہم فقر و فقیری کو نہیں جانتے۔ ہم تو ملاں ہیں اور سب کچھ شریعت کو جانتے ہیں۔ اللہ اکبر

Marfat.com

منبر پر یہ الفاظ ہوتے تھے۔ لیکن ایک دنیا کے دل ٹٹول رہے ہوتے تھے اور ہر دل کے خیالات کا اظہار فرما رہے ہوتے۔ سننے والے اپنے حالات سن کر متاثر ہو رہے ہوتے۔ اور اس ذات کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ دنیا نے ان کے فقر کو تسلیم کیا اور ملت اور غیر ملت کے ہزاروں نہیں لاکھوں انسان فیض یاب ہوئے۔

## میاں صاحبؒ کا حال اور اس کا اثر

جیسے پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ حضرت قبلہ کی خانقاہ کوئی معمولی خانقاہ نہیں۔ وسعت میں شاید کوئی خانقاہ اس سے بڑی ہو، لیکن فیوضات ظاہرہ وباطنیہ کے سلسلے میں کوئی خانقاہ معلیٰ اس کا لگا نہیں کھا سکتی۔ جو آیا بھرپور گیا۔ صورت و سیرت کا نقشہ بدل گیا، خیالات بدلے۔ تصورات بدلے بے دین، دیندار ہو گئے، اور دیندار متقی اور صلحائے امت کے زمرے میں داخل ہو گئے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد سے بھی زیادہ کرامات ہیں۔ اور کوئی آدمی نہیں ملتا جو حاضر دربار ہوا ہو اور اس نے اپنے مشاہدہ میں کچھ دیکھا نہ ہو یا کچھ باطنی تغیر اسے نصیب نہ ہوا ہو۔ جس کی وجہ سے آج شرقپوری سلسلے کا احترام ملک بھر میں ہے اور ہر سالک کو کامل صوفی خیال کیا جاتا ہے۔ میں کیا ہوں اور میری بساط کیا؟ جو کچھ ہے، ان کا ہے۔ اور وہ بھی صرف نسبت کی وجہ سے۔ ''وہ نسبت بہت اچھی ہے اگرچہ حال برا ہے'' کے مطابق عوام و خواص کا اعتماد حاصل ہے''۔ ورنہ من آنم کہ من دانم'' میری تمام تحریرات اس خیال کی غمازی کرتی ہیں اور اپنے اندر اپنی پستی و واماندگی کا نقشہ دیکھتا رہتا ہوں۔ غرض حضور شرقپوریؒ دین و دنیا کی فلاح کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے۔ لوگ خالی برتن (سینہ) لاتے تھے، لیکن فیضان عام سے بھرپور کر کے لے جاتے۔ کہاں تک ذکر کروں؟ صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔

### واقعہ

میاں محمد دین صاحب سکنہ عیدل تحصیل پھالیہ حاضر ہوئے۔ دریافت فرمایا۔ کیوں؟ عرض کیا، سویا ہوا ہے یعنی دل سویا ہوا ہے۔ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

Marfat.com

جاگ بھئی جاگ"! بس پھر کیا تھا۔ میاں صاحب کی زندگی میں پھر سویا نہیں۔ آخر عمر میں میرے پاس تشریف لائے۔ چارپائی پر پڑے رہتے تھے۔ دوسرے دن میں ان کے پاس گیا۔ پوچھا کیا ہے۔ جواب میں لیٹے ہوئے کہا کچھ نہیں۔ جب سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے، میرا یہی حال ہے کہ میں کچھ کر نہیں سکتا اور بے اختیار دل لیے لیٹا ہوں۔ نہ اسے نیند آتی ہے، نہ مجھے نیند آتی ہے۔ بس ہو ہی ہو، ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے وصال پا چکے ہیں۔ غرض صاحب حال ہونے کے بعد پھر حال خود بخود اپنے کٹہرے اور حلقے کو وسعت دیتا رہتا ہے اور بلا توجہ وہ کچھ ہو جاتا ہے جو توجہ سے نہیں ہوتا۔ طریقت کیا ہے؟ سراسر حال ہے۔ اگر حال نہیں تو پھر طریقت نہیں شریعت ہے۔

جسے چاہے، ہدایت بخش دے جسے نہ چاہے ہدایت نہ بخشے۔ خالی عمل ہدایت نہیں۔ لیکن حال ہدایت ہی نہیں۔ بلکہ منبع ہدایت و سرچشمہ و عمل ہوتا ہے۔

## یہ حروف لکھ رہا تھا

کہ حکیم نذیر احمد صاحب آئے۔ میاں صاحب کا ذکر خیر آیا اور جھٹ دو تین واقعے بیان کر دیئے۔ چونکہ ذکر میاں صاحبؒ کا شروع ہے۔ اس لئے اس کا لکھ دینا مجھے بڑا پسند آیا۔ جس سے یہ حقیقت اور واضح ہو جائے گی۔

## پہلا واقعہ

ایک لڑکی کو لائے۔ جسے جن تھا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی۔ جب آپ باہر نکلے تو خود بخود فرمایا۔ اے جن میں کوئی عامل نہیں۔ لوگ خواہ مخواہ چلے آتے ہیں۔ اتنے میں آگے بڑھے اور لڑکی کے کان پکڑ کر فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ بس کیا تھا؟ لڑکی خاموش ہو گئی۔ اور جن چلا گیا اور پھر آج تک اچھی ہے۔

## دوسرا واقعہ

میاں نذیر احمد صاحب کہتے ہیں کہ میرے تایا صاحب بندوق کا لائسنس ہوا

Marfat.com

کر لاہور سے واپس آرہے تھے۔ شرقپور شریف پہنچے تو بندوق کسی کے گھر رکھ کر حاضر ہوئے۔ لیکن جوں ہی حضرت تشریف لائے، دریافت کیا کہاں سے آئے، کہا گھر سے فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا، کہ اپنے نفس کا شکار کرتے، پرندوں اور جانوروں کے شکار سے کیا فائدہ ،بس اتنا کہنا تھا، کہ وہ پسینہ پسینہ ہو گئے اور ادسان خطا ہو گئے۔اور آج تک یہ الفاظ کان میں گونج رہے ہیں۔

## تیسرا واقعہ

حسن محمد مولوی صاحب ایک جوان داڑھی منڈا کے ساتھ شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ لیکن ان کی ناراضگی کی وجہ سے اس کو ایک دوسری جگہ بٹھا کر حاضر خدمت اقدس ہوئے آپ نے دریافت فرمایا،تم اکیلے ہو؟ عرض کیا، ایک اور ہے۔ لیکن آپ کو وجد ہو گیا۔باربار فرماتے تھے، عمر بھر تلاش رہی، لیکن ایک نہیں ملا۔ جاؤاور اس ایک کو لاؤ مولوی صاحب نے ساتھی سے ذکر کیا۔ لیکن وہ کیسے اس صورت میں آتا۔ آخر اصرار سے لائے۔ جوں ہی حضرت کی نظر اس جوان پر پڑی۔ آپ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر فرمایادیکھو یہ ہے جس کی تلاش تھی آپ کے ان الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا، کہ مجلس بے ساختہ ہو گئی اور ہر آنکھ سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

## بیٹھک شریف

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹھک چوکونہ کوٹھا تھا۔ گلی میں سے دروازہ تھا۔ سولہ سترہ آدمیوں کی گنجائش تھی۔ ہر وقت کواڑ بند رہا کرتے تھے۔ کھڑکی دریچہ کوئی نہ تھا۔ صرف روشندان تھے اور وہ بھی جالیدار۔ روشنی چھن چھن کر آیا کرتی تھی۔ داخل ہونے والادل کانپتے دروازہ کھولتا تھااور یکدم نیم اندھیری کوٹھڑی میں چلا جاتا تھااور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ باہر کی روشنی تیز ہونے کی وجہ سے اندر اندھیرا ہوتا تھا۔لیکن جوں جوں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا تھا، روشنی ہوتی جاتی تھی۔اور چٹائی پر جب قدم جمتے تھے، تو چہرے بشرے صالح نظر آنے لگتے تھے۔ لیکن

Marfat.com

سب خاموش مراقبہ کی صورت میں ڈررہے ہوتے۔ بیٹھتے ہی آنکھیں حیاء سے پر ہو جاتی تھیں اور ہم صورت و سیرت ہو کر زائر اپنے خیال میں ہو جاتا۔ یہاں تک کہ کامل محویت طاری ہو جاتی اور اپنا پتہ تک نہ ہوتا۔

اچانک حضور تشریف لاتے اور کسی ایک کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ جاتے تھے اور دنیا اور دنیا والوں کا ذکر چھیڑ دیتے تھے، کہ یکایک آنسو پھوٹ آتے تھے اور بعض کی چیخیں نکل جاتیں اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ دنیا بھر کا پاپی میں ہوں اور رحمت خدائے قدوس کے سوا چارہ نہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ حضرت کا رخ بھی رحمت الٰہی کی طرف مڑ جاتا تھا، طبیعتیں صاف ہونے لگتی تھیں اور تھوڑی دیر مینہ برسنے کے بعد گناہوں کے بادل کھلے طور پر پھٹتے نظر آتے تھے اور چشم زدن میں دل پاک صاف ہو کر بھرپور نظر آتا تھا۔ کسی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

جس دیاں دربار مرشد وچ رسائیاں ہو گیاں
باب رحمت دے کھلے مشکل کشائیاں ہو گیاں!
اک نظارہ پیر توں بالکل صفائیاں ہو گیاں
دل اندھیری کوٹھڑی تھیں روشنائیاں ہو گیاں

اللہ اکبر!

اس نظارے کو وہی جانتے ہیں، جو اس اندھیرے حجرے میں گئے اور روشن دل ہو کر باہر آ گئے رحمت الٰہیہ کے نمونہ تھے۔ آپ کا کوئی بول خطا نہیں جاتا تھا۔ زبان، آنکھ، ہاتھ اور دل تمام یکدم کام کرتے تھے۔ اور کرامات کا لامتناہی سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ لیکن سب کچھ جذبہ سنت پر قربان تھا۔ ہر گھڑی ہر آن سنت اور اتباع نبی کریم ﷺ کی دعوت تھی اور ساتھ ہی عملاً وہی کچھ کیا جاتا تھا۔ نشست و برخاست، کھانے پینے، رہنے، سہنے، نماز و عبادت، حتیٰ کہ لباس تک پر نظر ہوتی تھی اور فوری طور پر تادیبی کاروائی شروع ہو جاتی تھیں، قمیص اور کالر پھاڑ دیئے جاتے تھے، تہبند

Marfat.com

ٹخنوں سے اوپر کرایا جاتا تھا، صرف پگڑی ہوتی تو ٹوپی پہنائی جاتی اور صرف ٹوپی ہوئی تو پگڑی اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے تھے۔ غرض سنت کے ایک ایک فعل و عمل کا خیال تھا۔

پھر صرف ظاہر نظر نہ آتا تھا۔ اس سے بڑھ کر باطن پر توجہ تھی اور خیال اور وسوسہ کا فوری جواب ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی طاقت نہ ہوتی۔ بلکہ ایک دنیا دم بخود مسلمان عاشق سنت ہو کر نکلتی۔

آپ کہیں گے، کہاں سے کہاں چلا گیا؟ کجا اصل مضمون اور کہاں میاں صاحب کا ذکر خیر۔ اگرچہ کامل مناسبت کی وجہ سے یہ ذکر تمثیلاً پیش کیا گیا۔ لیکن سچ یہ ہے، کہ کوئی بات اس وقت کی یاد آجاتی ہے، تو جان و جسم بیتاب ہو جاتے ہیں اور بے اختیار اس راہ پر دوڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کیا خوب فرمایا گیا ؎

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ

لٰکِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

میں اپنے کلام سے حضور ﷺ کی تعریف تو نہیں کہ سکا۔ لیکن آپ کا نام لے کر میں نے اپنے کلام کی وقعت بڑھائی ہے۔

وہ تعریفوں سے بلند ہیں۔ لیکن ان کی تعریف سے اپنے مقالے کو زینت دے رہا ہوں۔ تاکہ ان کے اقوال، افعال سے اور جذبات سے میری تحریریں بھی روشن ہو کر باعث ہدایت ہوں اللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَشَآءُ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ صرف یہ ہی نہیں بلکہ دل و جان میں ایک تازہ جان آجاتی ہے اور جان و جسم منور ہو نکلتے ہیں۔

**دیکھنا دکھانا یہ ہے**

کہ دس گز اندھیرے کمرے میں کتنا وسیع تبلیغی مرکز تھا۔ ایک طرف عوام و خواص آتے تھے۔ دوسری طرف ایک ہی نظر سے نکلتے جاتے تھے۔ آتے تھے، تو بے رنگ یا بدرنگ۔ لیکن نکلتے تو صبغۃ اللہ کا رنگ لے کر نکلتے، پاؤں سے لے کر چوٹی تک چشم نور ہوتے تھے۔ غرض یہ حلقہ تبلیغ پنجاب بھر کے اندر وہ کام کر گیا، جو سینکڑوں

Marfat.com

نہیں ہزاروں مدرسے نہیں کر سکتے اور سینکڑوں عالم دین یہ روشنی پیدا نہیں کر سکتے۔ چپہ چپہ سرزمین پنجاب شاہد ہے۔ آج اڑتیس سال سے زائد آپکی وفات کو گزر گئے۔ لیکن اب بھی اس سلسلہ کے آدمی ہر گاؤں اور ہر شہر میں ملتے ہیں اور اپنے ماحول میں ممتاز دینی صورت وسیرت میں الگ مقام حاصل کیے ہوئے ہیں۔

یہ ایک خانقاہ نہیں، سینکڑوں خانقاہیں، اب بھی یہ کام کر رہی ہیں۔ رائے پور شریف کی خانقاہ کی وسعت دیکھو۔ پاک وہند میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور علماء فضلاء پر خاص توجہ تھی اور تصوف پر برسنے والوں پر ایک نگاہ دلنواز پڑی تو وہ خانقاہ کے معتقدین میں سے ہو بیٹھے۔ گولڑہ شریف کی خانقاہ اب بھی تازہ ہے۔ دنیادار جو دین سے ناواقف اور دین پر پھبتیاں اڑانے والے تھے، ان کو دین سے شناسائی بخشی اور ان کے دل میں اللہ ورسول کا احترام پیدا کر دیا اور اہل اللہ کو نائب رسول کا درجہ دلایا۔ چھوٹی موٹی خانقاہوں کا کہاں تک ذکر کیا جاوے۔ کوئی ضلع خالی نہیں اور خانقاہ کے منسلکین عام مسلمانوں میں سے ہر جگہ دین کے معاملے میں ممتاز اور برادری میں متحکم۔

تونسہ شریف، موسیٰ زئی شریف، للہ شریف، چورا شریف، جلال پور شریف کی خانقاہوں کے اہل اللہ (بانی) اگرچہ ایک مدت سے آسودۂ خاک ہیں، لیکن متعلقین اور متوسلین میں اب بھی ایسے گوہر نایاب ملتے ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے، خدا یاد آجاتا ہے۔ حکیم شرق وغرب کیا خوب کہتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

## خانقاہ بیربل شریف

بچپن کا زمانہ تھا۔ شیخ الوقت حضرت مولانا و مرشدنا اعلحضرت غلام مرتضیٰ رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ مبارک اپنے پورے جوبن پر تھی۔ زائرین کا سلسلہ رات دن چلتا تھا۔ علم وعمل دونوں کے دریا بہتے تھے۔ ایک طرف درس علمی کا دور دورہ تھا۔

Marfat.com

دوسری طرف طریقت والے، فیضان وعرفان حاصل کرنے والے سر بمراقبہ بیٹھے نظر آتے تھے۔ کیا کہوں، دیکھنے والے حیرت میں آجاتے تھے۔

ملک شیر محمد خاں مرحوم، جو ملک عمر حیات خاں مرحوم کے رشتہ میں چچا تھے اور بارہ ہزار سالانہ کے جاگیر دار تھے۔ کالرہ سے بیربل شریف بہ سلسلہ مقدمہ وراثت۔ میاں عطر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ بعد ظہر وہ درس میں پھرتے رہے۔ ہر مدرس اپنی تعلیم میں منہمک دیکھا۔ اور کسی نے بھی جب ملک صاحب کی طرف توجہ نہ کی، تو ملک صاحب بے اختیار بول اٹھے، یہ مشغولیت کہیں نہیں دیکھی کہ مجھ جیسے آدمی پر کسی نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

غرض لنگر تھا، کتاب خانہ تھا، تعلیم تھی، تربیت اور سلوک تھا۔ اس کے علاوہ طلب حاجت کے لئے لوگ آتے جاتے تھے۔ تصرف وکشف میں ممتاز تھے اور پھر کم گو۔ ایک دو لفظ سے زیادہ بات چیت نہ تھی اور کسی کو دم مارنے کی قوت نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے، ہمیں شیشہ و تلوار عنائت ہوا ہے۔ عجب کرامات کے ظہور تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مفتی صاحب میانی تحصیل بھیرہ موجودہ تحصیل بھلوال کے پاس ایک آدمی آکر سائل ہوا، کہ قرض بہت ہے، دعا فرمائی جاوئے۔ مفتی صاحب نے خط دے کر۔ بیربل شریف حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ دوسرے تیسرے دن عرض کیا کہ حضور اجازت چاہتا ہوں۔ آپ نے اجازت کے ساتھ پانچ روپے بھی دے دیئے۔ آپ کا جلال تھا۔ وہ بول تو نہ سکا، لیکن دل میں کہا کہ میں حاضر تو دعا کے لئے ہوا تھا۔ لیکن آپ نے یہ کیا کیا کہ پانچ روپے دے کر ٹال رہے ہیں مجھے ان سے کیا واسطہ، لیکن رخصت ہو گیا۔ مفتی صاحب کے پاس جب پہنچا اور حقیقت عرض کی کہ میرا جانا کب مفید ہوا؟ لیکن مفتی صاحب نے کہا، تمام کام ہو گیا۔ قرض خواہ کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ آیا۔ کہا کہ اس کا حساب نکالو۔ چنانچہ یہی کھاتہ جب دیکھا گیا اور حساب کی پڑتال ہوئی، تو یہ صرف پانچ روپیہ کا بقایا تھا، جو خود حضور نے دے دیا تھا۔

Marfat.com

غرض مسجد کے شمال ایک پانچ گز کے برآمدہ کے ساتھ گرمی سردی اور بارش میں وقت گذارنے والا وہ مرد میدان رہتا تھا، کہ کئی ضلعوں میں عقیدت کا کامل تسلط رکھتا تھا۔ عام شہرت ان کی عقیدت و بزرگی کی تھی۔ کئی عالم آپ کے ہم عصر اور علم میں ہم مرتبہ تھے۔ لیکن کسی کو یہ عقیدت، یہ شہرت یہ مرتبہ نہ ملا تھا اور یہ فیض کسی کو نصیب نہ تھا اور یہ تبلیغ کسی کو نصیب نہ ہوئی کہ گاؤں کے گاؤں آپ کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور کامل ایمان اور کامل اسلام میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کے سایہ میں رہے اور جان جان آفرین کو دی۔

اب اسی خانقاہ کو گئے گذرے زمانہ میں آپ دیکھیں گے تو پھر بھی آپ ایک جھلک دین کی ضرور پائیں گے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان کو اسلامی شعار کے اندر دیکھیں گے۔ طریقت و علمیت کے آثار زندہ پائیں گے۔ یہ صرف شیخ طریقت کی برکت ہے کہ تقریباً ایک صدی گذرنے کے بعد بھی طریقت اور دین کے آثار پائے جاتے ہیں اور اجتماعیت کا سلسلہ بدستور چل رہا ہے۔

## اکیلی علمیت

جہاں تک مطالعہ کیا جاوے اور ہر زمانے کا کیا جائے، تو اکیلی علمیت نے تو بھائی چارہ اور اجتماعیت کا کوئی مشہور کام نہیں کیا اور نہ ہی تبلیغ دین میں کوئی اہم کردار ادا کیا۔ ہاں محافظت حدود دین کی جو خدمت انجام دی، اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ علوم دین کی جو اشاعت اور محافظت کی وہ بھی بہت بڑی خدمت دین ہے، جس کی مثال نہیں مل سکتی اور جس کے لئے دین والے لوگ اپنے علماء کرام کا احترام کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر تبلیغی حصہ میں جب تک اثر پیدا کرنے کا حال پیدا نہ ہو، کامیابی نہیں ہوتی۔ اور جو علمائے کرام تبلیغی حصہ میں شریک خیال کئے جاتے ہیں اور جن کے مواعظ نے اخلاق و عادات پر اثر اندازی فرمائی اور جن کے ذریعے قوم و ملت کو رجوع الی اللہ حاصل ہوا، وہ بھی درحقیقت طریقت کے شیر خوردہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ علمیت

Marfat.com

کے غلبہ نے ان کا نام زمرہ علماء میں شامل کیا ہوتا ہے لیکن، ان کا دامن کسی نہ کسی طور پر اہل طریقت سے وابستہ ہوتا ہے۔

## خاندان ولی اللہی

اخیر زمانے میں ہندوستان کے اندر جتنی شہرت اس خاندان ولی اللہی نے حاصل کی وہ کسی اور خاندان نے علم میں حاصل نہیں کی۔ لیکن اس کے تمام افراد طریقت سے وابستہ تھے۔ وہ صرف عالم ہی نہ تھے، بلکہ صوفی صافی واقف مسلک ہدایت اور اہل دل کے زمرہ میں شامل ہوتے چلے آئے۔ اور مولانا اسمٰعیل شہید جو سب سے بڑے مخالف طریقت خیال کئے جاتے ہیں، دنیا جانتی ہے کہ وہ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور بااخلاص مرید تھے۔

## تحریک جہاد

تحریک جہاد کے علمبردار اگرچہ علمائے کرام شاہ اسمٰعیل صاحب کو گردانتے ہیں۔ اور تمام کارخانہ کا ان کو مالک خیال کرتے ہیں۔ لیکن اب وقت آگیا ہے، کہ حقیقی جذبہ جہاد کے مالک کا نام ابھرنے لگا ہے۔ اور سید احمد شہید کو بانی مبانی تحریک سمجھا جانے لگا ہے۔ سیرت سید احمد شہید جو سالک کے قلم کا شہ کار خیال کی جاتی ہے، وہ اسی طرف کھلے طور پر چلے گئے ہیں۔ اور جب یہ سیرت شائع نہیں ہوئی تھی، اور بار بار میرے دل میں آتا تھا، کہ عجب ہے کہ اصل محرک کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ اور شاہ اسمٰعیل صاحب کو تمام ہار پہنائے جاتے ہیں۔

جذبہ اتحاد و عمل اور عقیدت جتنا طریقت میں ہے، اتنا علم میں نہیں۔ سید صاحب نے اسی جذبہ کے ماتحت فوجی ملازمت اختیار کی تھی، اور تحریک میں بھی ان کا جذبہ محبت والفت داعی تھا۔ سید صاحب موصوف کے سفر و حضر مطالعہ کیا جاوے۔ جہاں آپ گئے یا جہاں آپ تشریف فرما ہوئے، ہر جگہ آپ کے لیے دل بچھے

Marfat.com

جاتے تھے۔ اور ہر دست دعا جو آپ نے اٹھایا وہ قبولیت کے درجہ پر پہنچا۔ لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، کہ جب اس حقیقت پر بعض علمائے کرام نے اعتراض پیدا کر دیا، اور پورے زور سے اس پر تنقید کی۔ اور اصل محرک شاہ اسمٰعیل کو ٹھہرایا۔ سید صاحب کے ان کے پیر ہونے کا تو کسی کو شک نہیں۔ اور اس صورت میں اگر مرشد کامل کا ہی جذبہ تسلیم کر لیا جاوے، تو کیا حرج۔ بلکہ عین حقیقت ہے اور ہر وہ صاحب علم جو دونوں بزرگوں کی سیرت کو اپنے سامنے رکھ کر پڑھے گا، تو صاف پتہ چل جائے گا کہ حقیقت کیا تھی اور مجاز کیا تھا۔

بہر صورت علمیت بھی وہاں چمکی جہاں جہاں طریقت کی جان تھی۔ ورنہ بے طریقت علمیت نے شور مچایا، تفرقہ پیدا کیا، انتشار پھیلایا۔ تاہم بعض ہستیاں علم میں بھی ایسی پیدا ہوئیں، کہ علم کے ذریعے دینداری پیدا کی ہے، جسے ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن شاذونادر۔

## دیندار طریقت

ہمیں یہ اعتراف ہے کہ طریقت میں وہی دینداری کامیاب ہوئی، جہاں علم تھا۔ ورنہ اکیلی (جاہل) طریقت میں بے دینی کے سامان پیدا ہونے سے نہ رک سکے۔ اور آخر کار وہ زمرۂ مبتدعین اور ملحدین میں داخل ہو گئی۔ اور وہ کچھ کیا جو دین میں نہ تھا۔

علم ہستی ہے نیستی نہیں اور محبت نیستی اور فنائے ہستی کا نام ہے۔ لامحالہ ہستی کے لیے معرکہ ضروری ہے اور نیستی کے لیے کسی کو نیست کرنا ہے۔ محبت و عشق کی راہ میں مقابلہ و مناظرہ یا کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ بخلاف علم کے کہ تیرہ سو سال میں دیکھیے علم میں کتنے معرکے ہوئے۔ اور طریقت میں باوجود کثیر سلسلہ ہائے طریقت کے کوئی ایک بھی جھگڑا نہیں ہوا۔ اگر کوئی ایک جاہل عقیدت بھی میں داخل ہو جائے۔ تو دیندار عقیدت بھی اپنے کام میں مصروف رہتی ہے۔ اس کے مقابلہ کے لیے تیار

Marfat.com

نہیں ہے۔ اگر مقابلہ ہے بھی، تو دعا کا یا باطنی خلش کا اور بس۔

## وحدت دین کا تصور یا خاکہ یا حکم

قرآن حکیم میں وحدت دین الہیہ کا تصور اور خاکہ عام ملتا ہے۔ اب ہم ایک اور آیہ سورۃ الشوریٰ نمبر ۱۳ پیش کرتے ہیں، جس میں وحدت دین کا حکم کھلا ملتا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَالَّذِيْنَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَابِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى اَنْ اَقِيْمُوْا الدِّيْنَ وَلَاتَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ

ترجمہ: ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا گیا تھا اور جس کی (اے محمد) ہم نے تمہاری طرف بھی وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا اور (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف تم مشرکین کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گذرتی ہے''۔

دیکھیے کتنے واشگاف الفاظ میں فرمایا گیا۔ پھر نہ تو مسلمان کا لفظ لایا گیا، نہ کلام کا۔ وصی کا لفظ ایسا جامع ہے۔ جس کا ترجمہ ہم اس کے مطابق نہیں کر سکتے۔ وصی حکم نہیں اور نہ ہی بیان ہے۔ یہ لفظ وصیت سے ہے، جو مرنے کے وقت کوئی آدمی اپنے ورثا کو کہہ جاتا ہے کہ ایسے کرنا۔ اب یہ حکم ہے نہ بیان ہے۔ بلکہ درمیان میں حکم اور بیان ملا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم نے نوح اور آپ کو اے محمد ﷺ اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو یہ کہہ رکھا تھا، کہ اقامت دین کی جائے، یعنی دین کو مستحکم کیا جائے ازروئے عمل اور علم (عقیدہ) اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے۔

Marfat.com

جیسے پہلے عرض کیا گیا، دین کا مرکز ایک ہے۔ یعنی اصل اصول دین ایک ہے اور فروعات ظاہر یہ مثلاً شریعت و رسوم دین الگ الگ ہیں۔ لیکن رسوم سے بے پروا ہو کر حقیقت دین کو ہمیشہ قائم کرنے کی فکر رہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ

ترجمہ :"جس کی طرف تم بلاتے ہو یہ مشرکین پر بھاری ہے"۔

دیکھنا یہ ہے کہ کس طرف بلاتے ہیں۔ سیاق اسی طرف ہے، کہ وحدت پر قائم ہو جاؤ۔ اور وہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک وحدت پر اپنا ایمان قائم نہ کریں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے۔ وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ شریک بنانے کی صورت میں وحدت اٹھ جائے گی، اور ہر شریک کا دین الگ الگ ہونا ضروری ہے۔

شرک میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ وحدت انسانی کا دشمن ہے، اور اجتماعیت کو توڑنے والا ہے اور انسانیت کو مختلف عقائد میں ڈال کر انسانیت کے اندر انتشار پھیلاتا ہے۔ اس لیے وحدت دین کا تصور دینی تصور ہے۔ اور اللہ کے دین کا تقاضا ہے کہ اللہ کا دین ایک وحدت کے ذریعہ تمام انسانی معاشرہ پر چھایا ہوا ہو۔ اور تمام انسانیت یکساں ہو کر اپنی زندگی بسر کرے۔ اور کسی اختلاف وانتشار کو موقع نہ ملے۔

اگر بعض کا خیال ہو کہ شاید یہ وحدت دین ان انبیاء تک محدود ہے جن کا ذکر قرآن میں ہوا ہے اور جو ایک ہی اصل سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ایسے نہیں۔ خود قرآن فرماتا ہے کہ :

وَرُسُلاً قَدْقَصَصناهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء ۱۶۴)

یعنی بعض انبیاء کو بیان کیا گیا اور بعض کا ذکر ہم نے نہیں کیا۔ مختلف علاقوں اور مختلف ممالک میں جو انبیاء اور رسول تشریف لائے وہ ایک ہی حقیقت کے ترجمان اور نمائندے ہو کر تشریف لائے۔ جن کا مقصد ایک اور صرف ایک اَنْ لَّا تَعْبُدُوْ

Marfat.com

واِلّا اللّٰہ تھا"

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت راے شناسم

مقالہ بہت طویل ہو گیا۔ آخیر میں صرف ایک آیۃ کو جو میرے مقصد اور مطلب کو اختصاراً واضح کرتی ہے پیش کرتا ہوں، جس سے وحدت دین کے ساتھ صراط مستقیم کی عملی صورت بیان کر دی گئی ہے۔

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِالسُّجُوْدِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاتِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ

ترجمہ: "توان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں۔ اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کرتے ہیں۔ اکثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی ان کے اوصاف انجیل میں ہیں"

دیکھئے سجدہ گذاری اور سجدہ ریزی کا وصف اللہ تعالیٰ کو کتنا پسندیدہ ہے۔ دوسرے نمبر پر اندرونی طلب میں صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔ یہ دو وصف تو صراط مستقیم کے بیان فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ انہیں اوصاف کو تورات اور انجیل میں بھی بیان کیا گیا، کہ حقیقتاً یہی اوصاف دین کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بندہ سر جھکائے رکھے اور عبادت گذاری کا حق ادا کرے۔ دوسرے یہ اوصاف حقیقتاً تمام ادیان کی جڑ ہیں۔

لیکن آج نہ تو عبادت کی طرف اہل دین کی توجہ ہے اور نہ وحدت دین کے تصور کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو خود ہی ہدایت فرمادیں۔ خصوصاً تمام مسلمانوں پر مہربان ہوں کہ ہم ایک ہو کر بلند دین کا حق ادا کریں۔ اور دین حق کے لیے مولا کریم کی عبادت کو اول درجہ قرار دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ وہی فرقہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے جو عبادت گذار ہو۔ اور اس کے فضل و کرم کے طالب ہونے کے ساتھ اس کی رضا کو مقصد حیات خیال کرے، اور کسی فرقہ کے ساتھ عناد نہ رکھے۔ آئندہ آپ دیکھ لیں یہ کونسا فرقہ ہے؟ وہی ہماری طریقت ہے یا یہ کوئی علیحدہ فرقہ ہے؟

"مسلمانو کے ارباب عقل و فکر کیوں تربیت قلب سے لاپروائی کر رہے ہیں جبکہ تمام سعادتوں اور تمام جسم انسانی کا مالک صرف قلب ہی قلب ہے"

جیسے پہلے تحریر کیا گیا، کہ انسان دوسرے حیوانات سے صرف عقل و قلب کی وجہ سے ممتاز ہے اور ان دونوں کا تعلق چولی دامن کا ہے، کہ ایک کے بغیر دوسرا ناکارہ، اور دوسرے کے سوا، پہلا غیر مفید و ہیچ، لیکن اس میں بھی تو شک نہیں، عقل جزو انسان ہے، اور قلب انسان کا کل ہے۔ عقل اگر وزارت کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہے۔ تو قلب تخت سلطنت پر حکمران ہو کر تمام امور کلی و جزوی ہستی انسانی کے، سرانجام دے رہا ہے۔ یہی نہیں کہ صرف باطنی طور پر ہی بلکہ ظاہراً بھی انسان کے تمام اعضاء اسی کی خدمت کے لئے مامور ہیں۔ آنکھ نگہبان ہے، تو کان خبر رساں۔ ہاتھ پاؤں پیادوں اور فوج کا کام دے رہے ہیں۔ پھیپھڑا چوری اور پنکھا بردار ہے جگر داروغہ، باورچی اور معدہ و احشاء (انتڑیاں) باورچی خانہ۔ اور اس کے کارندے خدمات دیگر انجام دے رہے ہیں۔ اس کی موت تمام جسم کی موت ہے۔ اس کی زندگی حقیقتاً تمام کارخانہ انسانی کی زندگی ہے۔ اس کے احکام تمام جسم پر جاری و ساری۔ اس کی مرضی کے سوا جسم انسانی کا کوئی ایک عضو ایک قدم تک نہیں اٹھاتا، اور نہ اٹھا سکتا ہے۔ اور یہی

Marfat.com

سعادت اور شقاوت دکھانے کا آئینہ ہے۔ اور یہی تمام جسم انسانی کا رہبر حقیقی ہے۔ اسے وہ تمام قوی عنایت فرمائے گئے جس سے وہ اپنے نقصان سے پریشان ہوتا ہے اور اپنے نفع سے خوش۔ پسند و ناپسند۔ محبت و نفرت کے جذبے اس کی فطرت میں ودیعت فرمائے گئے، تاکہ پسندیدہ اشیاء کے اختیار کرنے کے احکام صادر فرماوے، اور ناپسندیدہ چیزوں سے نفرت ظاہر کر کے تمام ارکان مملکت کو ان سے باز رہنے کی ہدایت فرماوے، اور انہیں باز رکھے۔ غرض انسانی مشین صرف اس کے چلانے اور متحرک کرنے کے لئے ہے اور مشین کی اصلاح کا یہ خود ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (ترجمہ: پس الہام کیا نفس کو گناہ کا اور پرہیز گاری کا) اس کی جبلی فطرت کے اندر موجزن ہے۔ ہر نیک و بد کی تمیز بلا فکر و تردد اس کے اندر خود بخود نمودار ہے نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا۔ گناہ کیا ہے؟۔ فرمایا "مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ" جو تیرے دل میں کھٹکے۔ بد سے بد آدمی کے دل کے اندر یہ صفت موجود ہے۔ کہ وہ اپنی برائیوں کو صاف دیکھتا ہے۔ لیکن اپنے طغیان اور سرکشی سے بے پرواہ رہتا ہے، اور اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ جیسے القلب (سخت سے سخت دل) کو غم آپہنچتا ہے۔ لیکن سرور اور خوشیوں کے حاصل کرنے کے لئے اس کی پرواہ نہیں کرتا۔

جس طرح فطرت کا تقاضا ہے، کس عضور کی ورزش سے اس عضو کی پرورش ہوتی ہے۔ اور جتنی ریاضت کاملہ دی جائے، اسی درجہ کی تربیت کا اثر اس کے اندر آجاتا ہے۔ ایک پہلوان بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب ایک بچہ کو ذہنی تربیت دی جاتی ہے، تو ایک وقت آنے پر وہ عالم ہو جاتا ہے، اور خلق اللہ کا رہبر کہلاتا ہے۔ بعینہ یہی حالت دل کی ہے، جب اس کو وہ ریاضت دی جاتی ہے، جو اس کی فطرت کے مناسب ہے، تو پھر یہ ایک ایسا اہل دل بنتا ہے، کہ اپنے وجود سے بڑھ کر دوسری انسانی ہستیوں کی رہبری اور امامت کے قابل ہو جاتا ہے، فرماتے ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا

Marfat.com

(ترجمہ: بیشک خلاصی پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا)۔ اور جو اسی دل کو اپنے سے معطل چھوڑ دیتا ہے، اور اس سے وہ کام نہیں لیتا، جس کے لئے قدرت نے اسے بنایا تو وہ زنگار آلودہ ہو کر ناکارہ ہو جاتا ہے۔ وہاں اس کے مہمل چھوڑنے سے اپنی ہستی سے بھی بے خبر ہو بیٹھتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (ترجمہ اور خسارے میں رہا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا۔

ضمیر، اگرچہ نفس کی طرف ہے، لیکن نفس کا حقیقتاً منبع دل ہے۔ جیسے پہلے بیان کیا گیا۔ اسی واسطے فرمایا گیا۔ اَلَا فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ ۔ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (ترجمہ: ہاں جسم کے اندر ایک لو تھڑا ہے۔ اگر وہ اچھا ہو جاوے، تو تمام جسم صلاحیت پکڑ جاتا ہے۔ اور اگر خراب ہو جاوے تو تمام جسم تباہ ہو جاتا ہے۔ ہاں وہ دل ہی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا بیشک کان، آنکھ، اور دل ان سب سے باز پرس ہو گی۔ اس آیت میں آنکھ اور کان کو بھی ساتھ ہی ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن یہ بطور وزیر کے ہیں۔ اس واسطے ان پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر حقیقتاً ذمہ دار دل ہے۔ عقل اگرچہ بڑی وزیر ہے اور آنکھ اور کان سے رتبہ میں بہت بلند ہے لیکن اس کو قرآن پاک نے کسی جگہ بھی ذمہ دار ہستی انسانی نہیں قرار دیا۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ خود مشاہدہ نہیں کرتی اسی سے نتائج اخذ کرتی ہے۔ جو آنکھ سے دیکھے یا کان سے سنے اور نہ اسکے اندر تمیز حقیقی کا وہ مادہ ہے جو قلب کو عنائت فرمایا۔ عقل کے فیصلے تو خاص لوگوں کے ہوتے ہیں۔ لیکن عوام و خواص کے رہبری کے لئے صرف دل ہے اور دل۔ اور پھر عقل وہ فیصلے کرنے میں بہت غلطیاں کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر سوچ، بچار کر مادہ ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ معیار اس کے اندر فطرتی نہیں رکھا گیا۔ سوچ بچار سے یکدم خود بخود نیکی و بدی اپنی اصل صورت میں نمودار ہو بھی جائے، تو پھر اسے کیا اختیار۔ کہ کوئی کرنے یا نہ کرے اس کی سوچ بچار اپنے گھر، کئی بار

Marfat.com

عقل کسی کام نہ کرے کا حکم کرتی ہے۔ لیکن من چلا دل آگے بڑھ جاتا ہے۔ عشق ومحبت کی داستان عقل کو کہاں پسند ہے، لیکن دل ہے۔ کہ انگاروں بھرا تھال سر پر اٹھالیتا ہے۔ اور آہ تک نہیں کرتا۔ عقل جان بچانے کے لئے ہزار تدبیر سامنے کرتی ہے، لیکن دل ہے کہ ان تمام کو پس پشت ڈال کر اپنے مقتل میں کود پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ جو سب سے بلند چیز اسے عنایت فرمائی گئی، وہ خالق کائنات کا تعلق ہے، اور اس کی ذات بابرکات کے مشاہدے اور جلوہ پذیری کی صلاحیت ہے۔ انسان کے اندر یہ ایک ایسا آئینہ لگایا گیا ہے، جس کے اندر تمام کائنات سما جاتی ہے۔ صرف کائنات کا مشاہدہ ہی نہیں بلکہ کائنات کے پیدا کرنے والے کے جلوے اور مشاہدے ہی اس کی اصل زندگی اور اس کی روح ہے۔ اور یہی آبحیات اس کی زندگی کو زندگی بخشتا ہے۔ اور جب اس آبحیات الٰہی سے اس کی سیرابی ہوتی ہے، تو دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر خالق اکبر کی درگاہ میں بلا وسیلہ جا کھڑا ہوتا ہے، اور اپنی نیازانہ ادا سے سجدے میں گر جاتا ہے، اس وقت اس کی ہستی ہستی مطلق میں فنا ہو کر بقائے حقیقی حاصل کر لیتی ہے اور یہ وقت ہوتا ہے۔ جب دل اپنی فطرت کی بلندیوں پر پہنچ کر انسانی ہستی نہیں بلکہ تمام کائنات کی امامت اوز رہبری کا علم بردار ہو جاتا ہے۔ اور دنیائے کائنات اس کی امامت پر سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔ اور تمام کائنات کے دل اس کے انوار سے منور ہونے لگتے ہیں۔ ہر دل اس کے نور سے منور کر اپنی سعادت و شقاوت کا راستہ کھلا دیکھتا ہے۔ اور اپنے اندر وہ طاقت پاتا ہے۔ کہ سعادت کے راستے پر قدم زن ہو کر شقاوت سے ہمیشہ کے لئے بچ جاتا ہے۔ عقل کو اس سے وہ نسبت بھی نہیں جو کاہ کو کوہ سے ہے۔ بے علق بیشک فلک پیمائی کر سکتی ہے۔ لیکن عرش بریں کی سیر اسے کہاں حاصل وہ سموات سے اوپر تو کجا۔ سموات تک بھی نہیں پہنچ سکتی اور خود چور ہو کر گر پڑتی ہے۔ دنیا کے اندر لاکھوں نہیں کروڑوں حکما و فلاسفر ہو گذرے، لیکن وہ اپنے پیٹ کے دھندوں کے سوا کسی دوسری چیز تک نہ پہنچ سکے۔ ان کی ساری زندگی کا محور اپنی زندگی

Marfat.com

کے سوا کچھ نہیں ہوا۔ اور پھر لطف یہ کہ اس میں بھی ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ غور سے مطالعہ کیا جاوے، کہ ان کی ذات کے اندر جو کمیاں تھیں وہ بھی دور نہ کر سکے۔ اول تو کمیاں نظر ہی نہ آئیں اگر آئیں۔ بھی تو پھر ان کے پاس کوئی تدارک ان کے دور کرنے کا انہیں نظر نہ آیا۔ جیسے تھے ویسے ہی اس دنیا سے اٹھائے گئے، اور آئندہ نسلوں کے لئے وہی کچھ چھوڑ گئے، جس کی دھن میں وہ خود منہمک رہ کر اپنی حقیقی زندگی سے بے خبر رہے۔

تمام علوم یا تو عقلی ہیں یا نقلی۔ علوم عقلی کا سرچشمہ عقل ہے اور نقلی علوم کا منبع دل ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (ترجمہ: اس قرآن کریم کو جبرائیل نے تیرے دل پر (اے محمدؐ) اتارا۔ دوسری جگہ ہے "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ (ترجمہ: تیرے دل پر روح امانتدار نے قرآن پاک اتارا۔ سو جو علوم دل پر اترتے ہیں، ان کے اندر عقل کو کوئی بھی دخل نہیں۔ حالانکہ یہ علوم تمام عقل کل سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ براہ راست بارگاہ الوہیت سے اترتے ہیں۔ اور پھر درجہ وار ان کے مدارج ہیں۔ جتنا قلب سلیم ہوگا، اتنے ہی اس کے علوم بھی پختہ ہوں گے۔ انتہائی درجہ کو وحی سے تعبیر فرمایا گیا، اور ادنے درجہ کو الہام اور واردات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر یہ علوم الٰہی نہ ہوں۔ تو پھر خطرات کہلاتے ہیں۔ اور یہ خطرات بھی کئی درجے رکھتے ہیں۔ خطرہ ملکوتی، خطرہ نفسی اور خطرہ شیطانی۔

مولا کریم نے امامت کبریٰ کے لئے ان نفوس کو اپنے انتخاب میں لیا، جن کو مبدا ازل سے قلب سلیم عنایت ہوا، اور قلب سلیم سے ہر قسم کے انعامات کے وعدے فرمائے گئے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (ترجمہ: مگر وہاں اسی کی نجات ہوگی) جو دل پاک لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہوا)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ جبکہ صاف دل لے کر اپنے رب کی طرف (ابراہیم) رجوع ہوئے۔ ایک دوسری جگہ اسی قلب سلیم کو منیب کی صفت سے ممتاز فرمایا گیا۔ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ

Marfat.com

بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ دل گرویدہ لے کر جو شخص حاضر ہوا۔

بہت سے لائق حکماء اور فلاسفر ہو گذرے جن کی دوراندیشی پر آج تمام دنیا کو ناز ہے۔ جن کے عقول نے بڑے بڑے علوم عقلیہ کی بنیاد ڈالی۔ لیکن کسی کو اس امامت کبریٰ کے بلند منصب پر ممتاز نہ فرمایا گیا۔ بلکہ امت کے دوسرے افراد کی طرح ایک رسول کی امت سے ہو گذرے۔ بلکہ گاہ انکار امامت انبیاء کرتے ہوئے ہمیشہ کے گھاٹے میں گر گئے۔

پہلی وجہ تو وہی ہے کہ قلب کو اللہ جل شانہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ دوسرے اس کے اندر وہ صفائی پیدا ہو سکتی ہے۔ جس کے اندر اللہ جل شانہ کے انوار وارد ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ تمام کارخانہ انسانی کا مالک ہے۔ چوتھے اس کی اصلاح سے تمام جسم خود صلاحیت پکڑ جاتا ہے۔ پانچویں اس کے اندر محبت و مہر پیدا ہونے سے تمام دوسرے دلوں کے اندر محبت و مہر پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ خود بخود جذب ہونے لگتے ہیں۔ چھٹے اس کی ذرا سی جنبش کے ساتھ ایک دنیا کو جنبش و حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ساتویں یہ تمام علوم الٰہیہ کے حامل ہونے اور اٹھانے کے قابل و مستعد ہوتا ہے، اور براہ راست تلمیذ الٰہی بننے کے قابل۔ بہر صورت جتنے انبیاء علیہم السلام گذرے کسی کو بھی (جہاں تک میرا خیال ہے) علوم عقلیہ رسمی پڑھنے اور سیکھنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ بلکہ براہ راست اپنے انتخاب میں لے کر اپنے سبق توحیدی لا الٰہ الا اللہ کی فطرتی تعلیم سے ان کی تربیت شروع فرمائی گئی۔ یہاں تک کہ نزول وحی ہو کر اپنی رہبری اور امت کی رہبری کے لئے انہیں مستعد فرمایا گیا، اور پھر فرمایا گیا اِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اور پھر ان کی ذات بابرکات کو تمام علوم الٰہیہ کا سرچشمہ بنا کر امت کو اس سے سیرابی کا موقعہ دیا گیا۔ تاکہ دین و دنیا کی فلاح سے انسانی ہستی بہرہ ور ہو۔ اسی وقت خطاب ہوتا ہے۔ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور علوم الٰہیہ کی چھم چھم بارش ہونی شروع ہوتی ہے۔ اور فرمایا جاتا ہے۔

Marfat.com

وَوَجدَکَ ضَالًا فَھَدیٰ (ترجمہ: ان کو راستے کا متلاشی دیکھا پس راستہ عنایت فرمایا تاکہ اَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (ترجمہ: اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان فرمایئے) کے مطابق شکر گزاری ہو۔

الغرض علوم نقلیہ کو جتنا تعلق دل کے ساتھ ہے، اتنا عقل کے ساتھ نہیں۔ ان علوم نقلیہ کا فائدہ اٹھانے کے لئے اور صحیح طریقہ پر حاصل کرنے کے لئے قلب سلیم پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک قلب سلیم پیدا نہ ہو، اس وقت تک ان علوم پر کامل ایمان اور یقین پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ آج عقلی طور پر ان علوم کو حاصل کرنے والوں کی کیا کمی ہے۔ بلکہ ملک کا چپہ چپہ ان علما سے بھرا ہوا ہے۔ جو ان علوم کی آخری سند حاصل کر کے دستار فضیلت سر پر رکھتے ہیں۔ لیکن نتیجہ کیا ہے، دوسروں کی رہبری اور امامت تو کجا، اپنی رہبری خود نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو تو غفلت اور ناشکری سے کیا بچائیں گے۔ خود غفلت اور ناشکری اور کفران نعمت میں غلطاں، آخر اس کی وجہ کیا؟ کیا صدیقؓ و عمرؓ سے احادیث کم جانتے ہیں۔ یا قرآن فہمی کا ملکہ ان سے ان میں کم ہے؟ ہرگز ہرگز کم نہیں۔ بلکہ آئے دن علوم نقلیہ کی تشریح و تفسیر سے دفتر کے دفتر شائع ہو رہے ہیں، اور کتب خانے بھرتے جاتے ہیں۔ لیکن نتیجہ ہے، تو صفر۔ کیوں؟ صرف اس لئے، کہ علوم نقلیہ کو عقلی طور پر حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے طوطے کو پڑھانا۔ پڑھتا تو وہ سب کچھ ہے۔ لیکن سمجھتا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ ہر چیز وہاں پرورش پاتی ہے، جہاں اسے مناسبت کاملہ ہو۔ علوم نقلیہ کا گہوارہ دل ہے۔ یہ دل کے اندر ہی پرورش پا سکتے ہیں اور اس کے اندر ہی کامل نشوونما لے سکتے ہیں۔ اس کے بغیر یہ کتنا بڑا درخت ہو جاوے۔ اور دیکھنے میں اسکا سایہ کتنا ہی دلفریب ہو، لیکن نہ تو اس پر پھل عمدہ اور بکثرت آئے گا، اور نہ اس کے سایہ میں وہ لطافت و راحت و سرور ہوگا۔ جو ایک چھوٹے درخت علمی جس کی تربیت قلب کے ذریعہ سے ہوئی ہو، اپنے سایہ میں رکھتا ہوگا، اور اپنے ثمر کے اندر شیرینی و لطافت رکھتا ہوگا۔

Marfat.com

تمام مذاہب کا منبع قلب ہے۔ اور مذاہب کے تمام علوم قلب سے ہی اٹھتے ہیں اور اترتے ہیں۔ اور پھر یہ علوم قلوب انسانی ہی جذب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دنیا کے دل ان علوم سے گر جاتے ہیں۔ اس وقت یہ تمام دنیا کے اندر ممتاز ہو کر تمام دنیا کو اپنے اندر جذب کرنے کی قوت پیدا کر لیتا ہے۔ اور دنیا خود بخود اس کے اندر جذب ہونے کے لئے کھنچی چلی آتی ہے تاکہ عام علوم عقلیہ کی طرح اس کی صورت و سیرت میں دلچسپی پیدا کر جائے۔ اور اس کے اندر دلفریبی آجاوے۔ تاکہ عقلی دنیا مسخر ہو جاوے۔ لیکن نتیجہ الٹا پیدا ہوتا ہے۔ خود بھی اپنے علوم اور مذہب سے غافل ہونے شروع ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ خالی ڈھول مذہبی رہ جاتا ہے۔ آواز تو بہت علمی رنگ میں ہوتا جاتا ہے۔ بڑے بڑے معرکوں میں مناظرے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر جگہ غالب ہونے کا خیال دامنگیر ہوتا ہے۔ اور غالب عقلا ہو بھی جاتے، لیکن کسی ایک دل کی بھی جمعیت اتنے مجمع میں پیدا نہیں ہوتی۔ مذہبی وعظ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور گھر گھر ملک کے نامور علمائے مذہب تشریف لا کر وعظ فرماتے ہیں، اور مذہبی روایات سے دلوں کو گرماتے ہیں۔ لیکن جوں ہی وعظ ختم ہوا، دل وہیں بجھ گئے۔ اہل علم درس مذہبی شروع کرتے ہیں۔ اپنے اپنے مذہب کی کتب مقدسہ کی تفسیر نہایت بلیغانہ طور پر فرما کر اپنے شاگردوں کے دل ہیں علوم کی وہ لہر پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ امواج سمندر بھی مقابلہ نہ کر سکیں۔ لیکن خود شاگردوں کے دل ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ بلکہ دن بدن بجائے گرمی کے مذہبی سردی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مذہبی سند لے کر مدرسہ سے نکلتے ہیں، تو پیٹ کے سوا کچھ اور ان کو نہیں سوجھتا۔ حتی کہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے۔ کمائی اور معیشت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ صرف مذہب اور مذہبی علوم رہ جاتے ہیں۔ اس وقت مذہب پر موت آجاتی ہے۔ اشاعت تو درکنار اپنے گھر کے لوگ بھی سب کے سب منافق ہو کر اپنے مذہب کی بیزاری کا باعث ہو جاتے ہیں، اور مذہب مذہب نہیں رہتا۔ بلکہ مذہب

Marfat.com

قومیت کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، اور سوائے قومیت اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اس وقت ہر قسم کی برائیاں قوم کے اندر پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ قوم کی فنا کا وقت آپہنچتا ہے۔ یا مولا کریم کو منظور ہو تو پھر از سر نو تجدید کے سامان مہیا ہونے لگتے ہیں۔ اور علوم مذہبی کے لئے اصلی گہوارہ تلاش کیا جاتا ہے، اور فطرتی طور پر اس کی پرورش ہوتی ہے اور پھر پہلے کی طرح پھلنے پھولنے لگتا ہے۔

اسلام اپنے تمام مراحل اس وقت طے کر کے اس منزل پر پہنچ گیا، جس پر پہنچ کر مذہب فنا کے گھاٹ اترتا ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ کے خاص فضل سے وَاِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡنَ (ترجمہ: ہم نے ذکر (قرآن) نازل فرمایا اور ہم اس کے محافظ ہیں) پھر از سر نو زندگی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں، اور خواص کے دل کے اندر یہ احساس پیدا ہو رہا ہے، کہ مذہب اسلام آخری منزل پر پہنچ گیا ہے، اور فنا کے گھاٹ پر ہے۔ اس احساس نے ایک گونہ بیداری پیدا کی ہے۔ اور اہل علم کی توجہ اس طرف اٹھتی نظر آتی ہے بعض افراد قوم نے قدم بھی اٹھایا ہے۔ اور اپنی ہمت صرف کر رہے ہیں فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيۡرَ الۡجَزَا۔

لیکن علوم عقلیہ کے زور نے ہمارے احباب کی توجہ کو ابھی تک اپنی ہی طرف پھیرا ہوا ہے۔ اور قرآن حکیم کے رخ کو عقلی طور پر عقلوں میں اتارنے کی کوشش میں مصروف ہیں، اور عقل کو ہی ذریعہ قرآن فہمی جانتے ہیں، اور عقل ہی کی اصلاح ان کے زیر نظر ہے۔ لیکن خود جانتے ہیں، کہ عقل اصلاح سے محروم ہے۔ عقل کو علم سے نسبت ضرور ہے لیکن اصلاح کا ذاتی تعلق عقل سے نہیں بلکہ دل سے ہے۔ جیسے پہلے بیان ہوا۔ قرآن پاک کا لفظ لفظ لِتُنۡذِرَ بِهٖ (تاکہ آپ قرآن کے ذریعے ڈرائیں وَذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (اعراف) ترجمہ: یہ مومنوں کے لئے ایک نصیحت ہے) لِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ (شعرا) اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ (انعام) (کیا پس جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کھول دیا فَوَيۡلٌ

Marfat.com

لِلْقَاسِيَةُ قُلُوبِهِمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰه(۲) وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ(۳) وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ صَدْرَهُ(٤) لِلْكُفْرِ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ (٥)اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُومِنِيْنَ وَالْمُومِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وِالْقَانِتَاتِ(٦) لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (ترجمہ :(۱)پس جہنم کے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بوجہ سختی بے پرواہ ہیں۔(۲) اور اس کا دل ایمان کی وجہ سے مطمئن ہے۔(۳)اور لیکن وہ شخص جن کا سینہ کفر کے لئے کھل گیا ہو(۴)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی۔(۵)بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور قانت مرد اور قانت عورتیں۔(۶)ان کے دل ہیں کہ ان سے وہ سمجھتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ اس بات کے شاہد ہیں کہ قرآن کا مطمح نظر صرف دل ہے۔اور جہاں کہیں دوسرے قوی جسم کا ذکر بھی ہے۔ تو ثانیاًاور تبعاً۔لیکن ان سے مذاق کیا جاتا ہے۔جو اصلاح قلوب میں مشغول ہیں۔اور جنہوں نے اپنی زندگی کا واحد مقصد اصلاح قلوب ٹھہرایا۔کبھی ان کو ناکارہ کہا جاتا ہے۔گاہ ان کو دین سے بے بہرہ کہہ کر ذلیل کیا جاتا ہے۔گاہے بیکاروں کے زمرہ میں داخل کر کے خلق اللہ کو ان سے متنفر کیا جاتا ہے۔غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

میں اپنے دوستوں کو جن کو اسلام کا حقیقی درد ہے،اور جو چاہتے ہیں کہ اسلام ازسرنو زندہ ہو۔کھلی دعوت دیتا ہوں،کہ جب تک وہ راستہ اختیار نہ فرماویں گے۔جو فطرتی راستہ ہے،اور جسے اللہ جل شانہ نے مقرر فرمایا۔اس وقت تک کشتی پار اترتی نظر نہیں آتی۔خواہ علم کے کتنے ہی چپو لگائے جاویں،اور ہوا خواہ کتنی ہی موافق ہو۔ میں کہتا ہوں،ہوا کہاں موافق ہے جبکہ ہوا مخالف سے کام لے کر اصل مقصد سے دوری ہی ہوتی جاتی ہو۔

میں خود اپنے بعض کرمفرماؤں کے علمی مقالے پڑھ کر عقلی مسلمان بن چکا ہوں۔اس وقت میرے دل کے اندر علوم شرعیہ کی ایک بھاری ٹھاٹھ موجود ہے۔اور

Marfat.com

میرا قلم اگرچہ دریا تو نہیں بہا سکتا، تاہم کچھ تھوڑا بہت دین متین کے بارے ضرورت پر لکھ سکتا ہے۔ لیکن دل ہے تو ابھی پہلی منزل میں۔ نہ اس میں حس و حرکت اور نہ یقین و اطمینان اور ایمان۔ میں اپنے لاعلاج مرض کا علاج سمجھے ہوئے ہوں، اور وہ یہ کہ صرف ایمان باللہ قائم ہو جاوے۔ زبانی نہیں، اور رسمی نہیں، مسلکی نہیں۔ بلکہ وہ جو انبیاء علیہم السلام کا ایمان تھا۔ یا وہ نہ سہی۔ تو ان کے متبعین کا ایمان، اقبالؒ نے خوب کہا ۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

بس میرے مرض کا علاج یقین ہے اور صرف یقین۔ تدبیریں کام نہیں آتیں ۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اول ایمان شہودی کا درجہ ہے۔ وہ نہ ہو تو پھر تقلیدی نصیب ہو۔ لیکن تقلیدی بھی تو باتوں سے نصیب نہیں ہوتا۔ کوئی صاحب دل ایک آنکھ سے دیکھے، تو یہ منزل بھی طے ۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اہل علم نے تو جو کچھ کرنا تھا کر رکھا۔ لیکن ابھی تک اس کے اندر وہ صفائی پیدا نہیں۔ کہ اس کی جھلک یا اس کے جلوے اس کے اندر آجاویں، اور مبہوت ہو کر اس کا والہ ہو بیٹھوں، اور اس کی غلامی کا طوق گردن میں ڈال لوں۔

آہ آج مسلمانوں میں نہ تو ایمان شہودی اور نہ تقلیدی۔ بلکہ اس ایمان کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔ سب کی زبان پر لا الہ نہ یہ نہ وہ، تیسری تو ہے ہی نہیں۔ جو اب مسلمانوں میں ہے۔ نام کے مسلمان اور دل کے کافر۔ منافق کہو تو بجا۔ کافر کہو تو صحیح۔ اس پر ہیں کہ مسلمان مسلمان چیختے ہیں جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا۔ والا معاملہ ہے اور بس۔

Marfat.com

لطف یہ کہ جو اس مرض کے علاج کے لئے تشریف لائے، وہ مرض کے اسباب تک دیکھنا اور توجہ تک پسند نہیں کرتے، اور اپنے ادویہ کے خواص کا تریاق دینا چاہتے ہیں، خواہ مریض بچے یا مرے۔ تمام مذاہب کی بنیاد توحید ہے۔ اور جب تک یہ توحیدی تخم عمدہ قلب کے اندر مہیا نہ ہو سکے، تو کیونکر مذہب کا درخت پیدا ہو، چہ جائیکہ بار آور ہو، اسلام کو پیش کیا جاتا ہے، تو معاشیات سے، سیاسیات، اخلاقیات سے، پھر ان سے چلتے چلتے قرآن پر آتے ہیں، اور قرآن سے رسالت پر اور رسالت سے توحید پر، خود سوچئے یہ الٹی گنگا نہیں تو کیا ہے۔ تخم ہو یا نہ ہو، درخت اگے یا نہ اگے، یار لوگوں کو تو پھل سے واسطہ ہے، لیکن کون عقلمند ہے جو یہ کہہ سکے، کہ انگور کی بیل کی قلم (داب) نہ تو لگائی جائے، اور پھر نہ اسے پانی سے پرورش کیا جاوے، لیکن جب موسم آئے تو ان میاں جی کا گھر انگوروں سے بھر جائے، عبادت کا فلسفہ کہ پرستش خالق زمین و زمان ہے۔ بلکہ ہے تو یہ پاکیزگی، جماعت بندی، اتحاد، ضبط، ہمدردی، اغیار پر اثر وغیرہ وغیرہ، بھلا فرمایئے تو سہی، کہ وہ محوری طاقت اس صورت میں کہاں سے پیدا ہو گی، اور وہ تزکیہ کہاں سے آئے گا، جو ان اوصاف کو پیدا کرے گا، علی ہذا القیاس روزہ، حج، و زکوٰۃ، قربانی کا جب فلسفہ یہی کچھ ہے، تو اس فلسفہ کے لئے خواہ مخواہ خدا کے تصور پیدا کرنے کی کیا ضرورت، اور اس کی رضا اور رغبت سے کیا واسطہ، یہ ہے نتیجہ عقلی علوم کو نقلی سانچہ میں ڈھالنے کا، پھر اسی حالت میں نتائج بھی وہ کچھ پیدا ہوں گے، جو فطرتاً ایسے علوم اور تخیل سے پیدا ہوتے ہیں۔

اکثر ذی علم احباب سے میں مسلمانوں کے مرض اور اسلام کے انحطاط کے اسباب دریافت کرتا رہتا ہوں۔ اول تو کسی بیچارے کی توجہ نہیں دیکھی، کہ اسلام کے گرنے اور کمزور ہونے کا خیال اسے گاہ آیا ہو۔ اور اگر آیا بھی تو اسباب و علل پر توجہ کہاں بھئی دنیا ایسی ہی چلتی ہے۔ اس سے زیادہ بس یہ کہ مولیٰ کریم کی مرضی اور اگر کسی سعادت مند کی توجہ کرمرکز یہ کہ آخر ہمارے انحطاط کے کیا اسباب ہیں؟ تو کسی کو

Marfat.com

تجارت کسی کو سود، کسی کو لاپرواہی، کسی کو عیاشی اور اسراف، کسی کو علوم حاضرہ سے کم علمی، اور کمی، سب سے بڑے مولانا صاحب سے دریافت کیا جائے، تو قرآن سے بے بہرگی اور حدیث سے لاپروائی۔ پھر لطف یہ کہ ہر ایک بزعم خود اس کے احیا کے لئے اپنے زعم فاسد کی بنا پر رسوم تجارت پر، سود کی لعنت پر، اسراف پر علوم موجودہ کے حاصل کرنے پر، دھڑا دھڑ وعظ فرما رہا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ تن، من، دھن اسی راہ میں صرف کر رہا ہے۔ لیکن خود ہے کہ اس سے دو رکعت نماز سیاہ رات کے اندر کھڑے ہو کر خدائے قدوس کے سامنے گذارنی مشکل، بلکہ فریضہ کو بھی اپنے وقت پر ادا کرنا مشکل، نہیں؟ جب وقت ملتا ہے، تو متواتر کئی نمازیں یکے بعد دیگرے قضا ہوتی ہی جاتی ہیں۔ اور طبیعت ہے، تو نڈر، بے خوف، کسی نے کچھ پوچھ بھی لیا تو کہہ دیا، کہ ایسی حالت میں میاں قضا ہوتی ہی ہیں۔ جو شخص اپنے اندر اتنا ایمان نہیں رکھتا، کہ کسی خلوت میں اپنے مولا کریم سے یہ التجا کرے، کہ مولا کریم ہماری حالت پر رحم فرما، مجھے صراط مستقیم دکھا، مجھے بھولا بھٹکا نہ چھوڑ، مجھے درماندہ پر رحم فرما کر نبی کریم کے اسوۂ حسنہ سے سرفراز فرما، مجھ بیکس ذلیل و خوار کو گنہ کی روسیاہی سے بچالے، اور مجھے اپنی پناہ میں لے لے، اور اپنے دیدار فیض آثار کی جلوہ نمائی سے سربلندی بخش، بھلا اس کے اندر کسی دن بھی اخلاص و تقویٰ اپنے پاؤں جمائے گا؟ یہی اخلاص و تقویٰ مسلمان کا راس المال ہے اور اسی پر تمام عمارت اسلام کی بنیاد ہے، جب کسی کے دل میں یہ پیدا نہ ہو، تو آپ کے سامنے وہ نتائج کیوں کر پیدا ہوں گے جن کی بنیاد صرف یہی ہے اور بس لیکن آج یہ حالت ہے کہ مسلمان ذی علم کے دل پر بھی یہ نہیں آتا، کہ اس کمی کی وجہ سے ہم اور ہمارا اسلام دنیا کی آنکھوں میں ذلیل ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں، یہ دولت آج مسلمان پیدا کرے پھر دیکھے، کیا کچھ ہے، جو ہم نہیں کر سکتے اور کون ہے جو ہمارے مقابل آسکے، اور دنیا میں کون ہے جو ہم پر اعتبار نہ کر سکے کون سا اخلاق ہے، جو ہمارے اندر خود بخود سمٹا نہ چلا آئے، کونسی دولت ہے جو ہمارے قدموں پر نثار نہ ہو،

Marfat.com

کونسی حکومت ہے جو ہم سے صرف لرزہی نہ جائے، بلکہ حکومت تابع ہونا فخر نہ سمجھے، لیکن تقویٰ اخلاص کی جڑ اور اس کا تخم اگر ہے تو صرف توحید اور توحید۔

لیکن کونسی توحید، عقلی نہیں جو فلسفہ اسلام پر ایمان رکھتی ہے اور اس کے سوا اس کے اندر کچھ نہیں۔ جی تو چاہتا ہے، کہ ایسے سرسبز درخت کے سایہ میں بیٹھے۔ اور اس کے میٹھے پھل کھائے لیکن یہ ہمت نہیں ہوتی۔ کہ اس کا تخم لے کر اپنے گھر (دل) میں اسے بوئے۔ پھر اسے اپنے لہو کے پانی سے سینچے، اور اس وقت تک انتظار کرے، کہ درخت بار آور ہو۔ علمی توحید نہیں، جو اصطلاحی علمی الفاظ اور تعریفات کے اندر محدود ہو کر خلق اللہ کو کافر اور مشرک بنانے کے سوا اپنا کوئی مقصد ہی نہیں رکھتی۔

بلکہ یہاں وہ توحید مطلوب ہے ؎

ہر گھڑی ہے وہ نظر میں جو نظر آتا نہیں

اس کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ نہ ابداً نہ ظاہراً باطناً۔ سراسر منہ سے نہ نکلتا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَبِكُلِّ شَىءٍ عَلِيمٌ (ترجمہ: وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن، اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) اگر وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارُ ترجمہ: اور وہ آنکھوں کو سمجھتا ہے) پر یقین ہو چکا ہے، تن من دھن سب اس پر قربان۔ زندگی ہے اسی ایک کے لئے۔ نہیں اتنے پر بس نہیں۔ توحیدی موجیں اس کو خاموش نہیں رہنے دیتیں۔ بلکہ فطرت کو مجبور کرتی ہیں کہ کھلا اعلان کردے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ: آپ کہہ دیں کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا

Marfat.com

کوئی شریک نہیں۔ مجھے یہی حکم ملا ہے اور میں پہلا تسلیم کرنے والا ہوں زبانی اعلان ہی نہیں۔ بلحہ خواہشات نفسانی تک ترک کرے۔

فَلَاتَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (سورۃ ص الایۃ ۲۶)۔ دنیا اور اس کے تمام سازو سامان اور اس کے تمام لوازمات جو فطرت کو پسندیدہ طبعی ہیں۔ ان کے لئے اندر سے آواز آتی ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌوَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ (العنکبوت۔ ۶۴)

ترجمہ: اور دنیا کی یہ زندگی تو صرف لہو و لعب ہے اور بیشک اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

اپنے ہی لئے نہیں بلحہ اپنے ہمنشیوں اور دوستوں کے لئے، ان کی خیر خواہی کے لئے، اور ان کو اپنے اندر جذب فرمانے لے لئے۔ کیسے بھلے الفاظ سے لَوْکَانُوْا یَعْلَمُوْنَ کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔ کہیں اس متوالہ محبت سے کہلایا جاتا ہے (قُلْ) مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (ترجمہ) آپ کہہ دیں کہ یہ دنیوی سازو سامان بہت ناپائدار ہے) غرض کوئی کام بغیر امر اور اجازت نہیں۔ فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَکَ (ترجمہ: آپ اور آپ کے ساتھی جو تائب ہوئے استقامت کے ساتھ رہیں) جیسے حکم ہوتا ہے اس کے مطابق اپنے آپ کو اپنے تعلقداروں و دوستداروں اور اقربا کو ڈھالنا ہوتا ہے فَاتَّخِذْهُ وَکِیْلًا (ترجمہ: پس اس ہی کو اپنا کارساز بنائیں)۔ دوست دشمن کے معاملات سے بھی دست بردار ہونے کے لئے ارشاد ہوتا ہے، وَذَرْنِی وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلاً (پس جھٹلانے والوں کو میرے حوالے کر دیں) کوئی کبھی اپنی مرضی پر نہیں ہوتا، نہ سفر و حضر میں فرق، نہ صلح و جنگ میں اختیار ہے۔ بے

Marfat.com

سر وسامانی میں حکم ہوتا ہے، کہ جنگ کے لئے اٹھو، تو ہتھیار باندھ میدان میں، جنگ جیتنے یا ہارنے سے کچھ تعلق نہیں، اپنے سر دھڑ کی بازی سے تعلق ہے۔ تمام سامان موجود ہیں اور سر فروش جاں نثار سر دھڑ کی بازی لگائے بیٹھے ہیں۔ لیکن حکم ہو جاتا ہے کہ صلح کرلو، تو صلح کے لئے ہاتھ بڑھائے جاتے ہیں، گو کتنی ہی ذلیل شرائط پر کیوں نہ ہو، اور گو کہ کتنے ہی بگڑ بیٹھے ہوں۔ غرض کرنا وہی ہے جو خدا کو منظور ہے، اس کے سوا اگر ذرا بھی لغزش ہوئی تو عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی (ترجمہ: ماتھے پر شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا کہ ایک اندھا آیا) کا خطرہ سر پر موجود ہے، ہر وقت ہر آن اور ہر حال اس کے حکم کا منتظر، دکھ سکھ آرام وخوشی سے واسطہ نہیں، غم فکر اگر ہے، تو اسی کا اور بس، بال بچے اور ان کے تمام تعلقات اس کے اختیار میں۔ جسے حکم ملتا ہے نکاح میں لے لیا جاتا ہے، جسے امر ہوتا ہے، چھوڑ دیا جاتا ہے، اولاد نرینہ گو مرتی ہے۔ تو یہ غم نہیں کہ میرے بعد میرا کون جانشین ہوگا۔ بلکہ تسلی دی جاتی ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (ترجمہ: بیشک آپ کا دشمن ہی اوترا ہے) ایک طرف ھو اللہ احد اللہ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس سے کوئی جنا گیا) کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (ترجمہ: تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) کا یقین دل کی آنکھوں کے ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے، ذات کی ذات کے اندر اور اس کی ذات اپنے اندر صاف دکھائی دیتی ہے۔ پھر عجب یہ، وہ اور، اور یہ اور دونوں میں زمین وآسمان سے بھی بلند فرق۔ وہ قدیم اور یہ حادث، وہ واجب اور یہ ممکن، وہ باقی اور یہ فانی تردد وظن کا گذر تک نہیں، سراسر یقین ہی یقین آجاتا ہے، اور تمام کام یقین سے ہونے لگتے ہیں، فکر اور سوچ بچار اٹھا دیا جاتا ہے، اگر ہے تو اسی ذات مقدس کا، اور بس۔

یہی توحید سرور جان ہے، یہی توحید روح جان جہان ہے، یہی توحید باعث تخلیق کون ومکان ہے، یہی توحید زینت زمین وزمان ہے، یہی توحید نور زمین وآسمان

Marfat.com

ہے، یہی توحید لم یلد ولم یولد کی شان ہے، یہی توحید ساری کائنات کی آن بان ہے، یہی توحید فرش سے عرش تک یکساں ہے، یہی توحید روح دین و ایمان ہے۔ اسی نے موسیٰ کو فرعون کے سامنے کھڑا کیا، اور اسی نے ابراہیم کو اسماعیل کی ذبح پر تیار کیا، اسی نے نمرود کی بھٹی کے لئے منتخب فرمایا، اور اسی نے پھر اسے گلزار فرمایا، اسی نے عیسیٰ کے اندر روح پھونکی، تو مردے زندہ کرنے لگا، اور پھر اسی نے یہودیوں کے ستم سہنے کے لئے اسے صبر دیا، یہی باعث بربادی و ہلاکت ثمود ہوئی، اور اسی نے عاد کو تباہ کیا، اسی نے قوم لوط پر پتھر برسائے، اور زمین کو اوپر سے نیچے کر دیا، تاکہ اس کے نافرمان بندے عبرت حاصل کریں، اور اس کے پاک بندوں کا حوصلہ بلند ہو۔ دشمن مقہور ہوں، اور دوست سربلند، اسی نے حضرت محمد مصطفیٰ کو گھر سے نکالا، اور اسی نے لَاتَحزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (ترجمہ : آپ نہ ڈریں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) کی آواز سنائی، اسی کے دودھ سے مہاجرین نے پرورش پائی، اور گھربار چھوڑ، وطن چھوڑ، قبیلے چھوڑ، احباب دوست چھوڑ، حضرت کی غلامی میں مدینے جا بسے۔ اور عمر بھر اسی کی محبت میں مست رہے، کبھی گھربار یاد نہ آیا، اور اکیلے اسی کے دروازہ پر مرے، اسی نے انصار کو اپنی شراب پلائی، اور ایسا مدہوش کیا کہ تمام مال متاع گھربار اس کے نام لیواؤں پر قربان کر دیا۔ حتی کہ اپنی ہر چیز کی تقسیم کر کے برابر کا حصہ اپنے بھائیوں کو نہیں، بلکہ مسافر غریب الوطنوں، بیکسوں کو دے دیا، جو اس کی محبت میں گرفتار ہو کر آئے تھے، صدیقؓ، فاروقؓ، اور حیدرؓ اسی کے پرورش یافتہ تھے، جو امیر المومنین ہو کر دنیا میں چمکے، اسی نے منصور کو شریعت کی آڑ میں فتویٰ قتل دیا، اور پھر اسی نے اسے ہمت دلائی، کہ سچے آدمی کیسے سولی پر جان دیتے ہیں، سب کچھ دیکھا، لیکن اف تک نہ کی، جب لوتھڑے کو سولی پر کھینچنے کے لئے لے گئے، تو کسی نے کہا، کہ کہو توحید کیا ہے۔ کہا یہ جو کچھ دیکھتے ہو، یہ سب سے ادنی ہے۔

اسی نے عام آدمیوں سے بروں سے، فاسقوں سے، فاجروں سے، عابد، تائب

Marfat.com

اور ذاکر بنائے۔ اسی نے دنیا میں مسلم اور مومن کی شان پیدا کی۔ اسی نے قانتین اور صائمین کے گروہ در گروہ پیدا کیے۔ اسی نے دنیا کے لئے جنت کے دروازے کھول دے، اور جنت اس کے نام لیواؤں کی منتظر بنائی غرض جس کے ساتھ اس کی آنکھ لڑی۔ اسے اسفل السافلین سے اٹھا کر اوج عرش پر جا بٹھایا۔ اور فاقہ کشوں کے لئے قوت، مظلوموں کے لئے فریادرس۔ دادخواہوں کے لئے عدل وانصاف، اقربا کے لئے احسان۔ عوام کے لئے سخاوت، جانوروں کے لئے رحم ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہے۔ یہی ظالم کے لئے حاکم، قاتل کے لئے انتقام۔ رہزن کے لئے موت۔ زانی کے لئے رحم، فاسق کے لئے ہدایت، مشرک کے لئے توحید، کافر کے لئے اسلام اور ملحد کے لئے دین ہے۔ غرض دنیاومافیہا کے لئے یہ سراسر سرمایہ رحمت ودولت ہے۔ اس کے سواد نیا کا قیام، اور جب دنیا سے یہ اٹھائی جائے گی، تو دنیا ختم ہو جائے گی اور فنا اس پر چھا جائے گی کیونکہ جب اخلاق اٹھے گا، تو دنیا کیسے باقی رہ سکتی ہے؟ یہی سرچشمہ اخلاق و مروت ہے اور بس۔

بالفاظ دیگر فطرت سلیمہ کا جاگ اٹھنا اور دل کی آنکھ سے فرش سے لے کر عرش تک ہر چیز کی حقیقت اور صحیح قیمت کا دیکھنا۔ وَكَذٰلِكَ نُرِیٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمان اور زمین کے مقبوضات دکھاتے ہیں تاکہ انہیں کامل یقین ہو جائے) جس کی پہلی کڑی اپنی پہچان اور آخری کڑی اپنے خالق ومالک کی شناسائی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) ہے۔ اسے قرآن پاک میں ہدایت کے لفظ سے بھی تعبیر فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی پس انہیں کی رہنمائی سے آپ چلیں) دوسری جگہ ووجدك ضالاً فهدی (ترجمہ آپ کا راستے کو متلاشی پایا، پھر راستہ دکھایا)۔ تیسری جگہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ

Marfat.com

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے) میں اس ہدایت سے وہی ہدایت مراد ہے جسے توحید خالص کہتے ہیں۔ جس سے نبی علیٰ قدر المراتب نبی ہوئے اور رسول، اور افراد امت میں اولیا اور اہل دل بنے۔

یہ اپنے اندر مختلف درجے رکھتی ہے۔ اس کا سارا دارومدار قلب سلیم پر ہے۔ جس درجہ کا قلب سلیم ہوگا، اسی درجہ اس کی دل کی آنکھوں میں بصارت اور نور اشیا کو اصلی رنگ روپ میں دیکھنے کی طاقت کامل ہوگی تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ پیغمبر ہم نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے) اسی پر شاہد ناطق۔ اور جس درجہ قلب سلیم انتہائے فطرت سے گرا ہوا ہوگا، اسی درجہ ضعف اور کمزوری بصارت میں ہوگی۔ اور اشیاء کی حقیقت کے اصل رنگ و قیمت میں اسی قدر کمیاں پیدا ہوں گی۔ اگرچہ اصل حقیقت سب کے اندر یکساں ہوگی، اور حقیقت کاملہ کے اندر اختلاف نہ ہوگا۔ کیونکہ سچ تو یہ ہے کہ خود حقیقت کی فطرت ہے کہ وہ اپنی جامعیت کی وجہ سے مختلف حالات میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ گاہے چناں گاہے چنیں، اور مختلف قلوب میں مختلف عوارض سے ظاہر ہوتی ہے، گو تشخص ایک ہی ہوتا ہے۔

ہدایت کا لفظ مشترک ہے، اور قرآن پاک میں کئی معنوں میں استعمال ہوا۔ عام طریقت فطرتی جس پر تمام حیوانات اپنے فطرتی میلان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی اشجار احجار کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (ترجمہ ہر چیز کو پیدا فرما کر اسے صحیح راستہ پر چلایا)۔ دوسری وہ ہدایت جو انسان کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسان سعادت کی راہ دکھائی گئی اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (ترجمہ: ہم نے تو اس کو راستہ دکھلا دیا۔ اب کوئی شاکر ہو نکلا اور کوئی کافر) تیسری وہ جو قلب کے اندر سے خود بخود پھوٹ نکلتی ہے، جیسے پہلے ذکر ہو چکا۔ اور جو ہمارا مطمح نظر ہے۔

حقیقتاً یہ ہدایت ایک ہی چیز ہے۔ لیکن کمی بیشی کی وجہ سے اور قوت و ضعف کی

Marfat.com

وجہ سے اس کے تین درجے مقرر فرمائے گئے۔اور قرآن پاک نے تینوں کو اپنے اپنے موقعہ پر لفظ ہدایت سے تعبیر فرمایا۔ یہ ضلالت (گمراہی) کی ضد ہے۔اور یہ دونوں افعال قلوب سے ہیں۔یا صفات دل سے۔سادہ الفاظ میں بینائی دل کا نام ہدایت ہے۔

قرآن پاک کو جو ہدایت سے تعبیر فرمایا گیا۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ تو یہ مجازاً استعمال ہوا۔ جیسے دریا کا بہنا لازم سے ملزوم کا نام لے لینا ہے۔یا الٹا۔ جیسے عام محاورہ اہل زبان ہے۔ورنہ قرآن پاک اس ہدایت وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنَ (ترجمہ: ہم نے دونوں راستے دکھادیے) جو عام انسانی ہستی کی فطرت میں ہیں۔دوسری طرف فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوَاهَا (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے گناہ ثواب نفس کو دونوں الہاما دکھائے) اشارہ کرتا ہے اور دل کا حاصل ہے۔ آنکھ کی بینائی اور چیز اور جو کچھ آنکھ دیکھتی ہے یعنی مشاہدہ وہ اور چیز ہے۔دونوں میں فرق عظیم ہے۔ مگر ہدایت مطلقہ سے نکلنے کی وجہ یا قلوب انسانی کو ہدایت کا باعث ہونے کی وجہ سے اگر قرآن پاک کو ہدایت سے تعبیر فرمایا گیا۔ تو یہ مجاز عام مستعمل محاورہ ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا، کہ دونوں کی حقیقت اور معنی ایک ہے۔

هُوَالَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ (ترجمہ: وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا) میں یہ فرق خود قرآن پاک نے صاف کھلا بیان فرمادیا۔رسول کو دو چیزیں دے کر اللہ جل شانہ نے بھیجا ۔ایک ہدایت اور دوسری دین حق۔ جن میرے بزرگوں نے ان کو ایک کر دکھایا۔وہ خیال ناقص میں غلطی کر گئے۔ کیونکہ عطف و معطوف مغائر ہوتے ہیں۔ورنہ عطف کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

ہدایت کے معنے بینائی، روشنی دل، صفائی دل، اور دین الحق، سچا دین، دین خدائی، یا دستور الٰہی، اور قانون خدائی ہے۔ایسی صورت میں کیونکر دونوں کو ایک کیا جا سکتا ہے۔گو ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں؟

Marfat.com

اصل میں جب کبھی کوئی مذہب دنیا میں پھوٹتا ہے، تو وہ اپنی فتح اور تسخیر اور اپنی حفاظت و نگہداشت کے سامان اپنے ہمراہ لاتا ہے۔ صاحب مذہب کو ایک تو وہ قوت دی جاتی ہے۔ جس سے قلوب انسانی تسخیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور دائرہ ملک انسانی وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اس قوت کا نام وہی مخصوصہ ہدایت ہے، جسے ہم توحید کے پاک نام سے یاد کرتے آئے ہیں۔ اور دوسری چیز کو دستور اور قانون الٰہی کا نام دیا جاتا ہے، جس سے اس تمام ملک انسانی کی حفاظت کر کے اسے صراط مستقیم پر قدمزن کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو دونوں چیزیں نہایت اعلیٰ درجہ کی عنایت ہوئیں۔ ہدایت بھی وہ جو تشبہ و تنزہ سے پاک، ادیان گذشتہ سے بلند، ایک میانی راہ جسے ضعیف کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا۔ جو تمام زمین کے رہنے والوں کے لئے یکساں فتح اور مسخر کرنے کی اپنے اندر قوت رکھتی تھی۔ اور دین حق، یا دستور نامہ یا قانون بھی وہ جو تمام مذاہب سلف سے ہر پہلو سے مکمل۔ کیا بلحاظ فطرت، اور کیا بلحاظ تمدن۔

ہر فطرت کے لئے موزوں اور ہر تمدن کیلئے مناسب۔ اور دنیا کے آخری ارتقا کے مطابق نہایت مکمل جس کے اندر کوئی خامی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ عملاً پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہوگی یہی معنی ہیں دین متین کے۔

اگر توحید کا تخم کامل نہ ہو، تو تسخیر قلوب ناممکن۔ اور پھر فتح قلوب کے بعد اگر مناسب موزوں انتظام نہ ہو سکے اور کوئی ایسا قانون نہ ہو، جو ہر ایک کو اپنے اپنے درجہ میں رکھے۔ اور ہر ایک کو اپنی مناسبت سے پھلنے پھولنے کا موقعہ دے۔ تو تمام نظام بگڑ کر ہمیشہ کے لئے مملکت قلوب تباہ ہو جاتی ہے۔ آیت بالا میں اسی کی طرف اشارہ ہے، کہ یہ دونوں ایسے انعامات فرمائے، کہ ان کا ثانی پہلے دنیا میں نہیں آیا۔ اس لئے جو دین بھی اس کے سامنے آئے گا، وہ گر کر رہے گا۔ یہ ایک قسم کی پیشگوئی تھی۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام ادیان پر اس مخصوص ہدایت (فاتح قلوب) اور اس مخصوص دین الٰہی کے ذریعہ فتح دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جہاں

Marfat.com

کہیں مقابلہ ہوا، اور یہ دین دوسرے ادیان کے اندر پہنچا قلوب انسانی اس کی ہمہ گیری اور وسعت کے اندر خود بخود سمٹے آئے، اور وہ مغلوب ہوتے گئے۔ چنانچہ آج باوجود ایک بیکس دین ہونے کے ان تمام ادیان پر غالب ہے، جو اپنے بادشاہوں کے سایہ وحمایت میں ہو کر اس دین الٰہی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

طغیان اور بغی دوسری چیز ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے فَمَا اخْتَلَفُوا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (ترجمہ: انہوں نے علم حاصل ہونے کے بعد محض نافرمانی کی وجہ سے اختلاف کیا)۔ تعصب کی راہ چھوڑ کر اگر کوئی غور کرے، خواہ کوئی مذہب ہی کیوں نہ ہو، اپنے آپ کو اس دین الٰہی سے پست ہی پائے گا۔ عبادتاً، اخلاقاً، سیاستہً، کوئی ایسی چیز اس دین میں نہیں ملتی، جو اپنے اندر مکمل نہ ہو۔ یہی وجہ اس کے غالب ہونے کی ہے۔ اسی پر اللہ جل شانہ نے اپنی مہر تصدیق فرمائی وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا کہ اللہ جل شانہ خود کافی گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت کیا ہے۔ دنیا کا خود بخود بول اٹھنا۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ بس یہ نقارۂ الٰہی اس کے غالب ہونے پر گواہ ہے۔

## دین بمعنے اسٹیٹ یعنی نظام حکومت

ہمارے مکرم و معظم مولانا مودودی صاحب نے دین کے معنے نظام حکومت یا اسٹیٹ کے اس آیت کی تشریح میں لئے ہیں۔ مولانا صاحب سے مجھے نہایت محبت ہے، اور ان کے ذوق کا مجھے پورا اقرار ہے۔ بہت سے مسائل لاینحل کو ان کی قلم نے ایک ادنی سی جنبش سے حل کر دیا ہے، اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ یہ جو کچھ لکھ رہا ہوں۔ یہ بھی ان کی بدولت ہے۔ لیکن آیت بالا کی تشریح میں مجھے ان سے اتفاق نہیں۔ اگرچہ میری تشریح اور آپ کی تشریح کا مآل ایک ہی ہے۔ لیکن نظریہ میں ضرور اختلاف ہے۔ اور نظریہ کے اختلاف کی وجہ سے عمل کی راہ بھی مختلف ہونی ضروری ہے۔ گو نتیجہ ایک ہے۔

Marfat.com

دین کے معنی نظام حکومت یا اسٹیٹ، جیسے وہ فرماتے ہیں، نہ تو لغت کے اعتبار سے صحیح ہیں، اور نہ قرآن پاک کے محاورہ سے، دنیا دین سے کسی وقت بھی خالی نہیں ہوئی۔ اور اپنے اپنے وقت پیغمبر اپنے اپنے دین کی دعوت دیتے رہے، اور اس دعوت کو دین سے تعبیر فرماتے رہے۔ لیکن کسی کے اندر یہ خیال پیدا نہ ہوا، کہ یہ درحقیقت نظام حکومت الٰہیہ کی بنیاد ہے۔ ہمیشہ سے ان کی صرف ایک پکار رہی۔ لَاتَعْبُدُوْ اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو۔ اس عبادت کو خواہ کتنے وسیع معنی میں لیا جاوے، اور اس کا دائرہ خواہ کتنا ہی بڑا کیا جاوے، اس کے اندر اس معنی دین کی گنجائش آج تک نہیں ہوئی۔ بلکہ جن کو اس مسند پر ممتاز بھی فرمایا گیا ہمیشہ وہ اس فرق کے عملاً قائل رہے۔

ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com